ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
17 نومبر 2004ء — 3 شوال المکرّم 1425ھ
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ
بنیاد پرستی درحقیقت خدا پرستی ہے!
بش کی جیت
تحریک کی منصوبہ سازی
کتاب ہدایت کی تعلیم و تفہیم
محاذ جنگ پر (4)
شوہر کے حقوق
عمل سے زندگی بنتی ہے
ماڈریٹ اسلامی ریاست
تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عید کے دن کا پسندیدہ عمل

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○

قرآن حکیم میں ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت اور اُن سے متعلق احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا تاکہ پورا کرو گنتی کو اور تاکہ تکبیر (بڑائی) کرو اللہ کی اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو''۔ گویا رمضان کے روزوں کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور اُس کے شکر ادا کرنے کی تلقین خود ربِ کائنات فرما رہے ہیں۔ چنانچہ یکم شوال یعنی عید کے دن مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے کہ اس روز مسلمان نہا دھو کر، صاف ستھرے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر عید گاہ کی جانب روانہ ہوں تو بآواز بلند اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے جائیں اور واپسی پر بھی اس عمل کو دہرائیں کہ پوری بستی اللہ کی تکبیر سے گونج اٹھے۔ آنے اور جانے کے لئے مختلف راستوں کو اختیار کرنے کی تلقین بھی اسی لئے ہے کہ بستی کا کوئی کونہ تکبیر الٰہی کی گونج سے محروم نہ رہے۔

نماز عید تو ہے ہی دو رکعت شکرانہ جو مسلمان اجتماعی طور پر صف بستہ ہو کر اپنے آقا و مالک کی جناب میں ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے روزے، لیلۃ القدر اور عید کے معمولات کو اس کی اصل روح کے مطابق سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیت 121)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾﴾

''اور (اُس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر (موقع بہ موقع) متعین کرنے لگے' اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

یہاں سے شروع ہونے والے سورۃ آل عمران کے چھ رکوعوں میں غزوۂ اُحد کا ذکر ہے۔ غزوۂ اُحد سے ایک سال قبل غزوۂ بدر واقع ہوا۔ اُس کا تذکرہ آگے جا کر سورۃ الانفال میں ہوگا۔ یہ اس لئے کہ ترتیب مصحف اور ہے جبکہ ترتیب نزولی اور ہے۔ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زبردست فتح دی۔ کفارِ مکہ کا بڑا نقصان ہوا۔ اُن کے 70 بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ عربوں کے مزاج میں انتقام کا جذبہ تھا' چنانچہ وہ اس شکست سے جل بھن گئے اور انتقامی کارروائی کا ارادہ کر کے پورے زور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ اگلے ہی سال ابوسفیان' جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے' تین ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ انہوں نے اس طور پر تیاری کی تھی کہ انہیں اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ وہ اپنے بچوں اور خواتین کو بھی ساتھ لائے تھے تاکہ غیرت کھا کر میدان میں جم کر لڑیں۔ انہی عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی۔ یہ بھی ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ اُس کا باپ' بھائی اور چچا بدر میں قتل ہو چکے تھے۔ ہندہ کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ بدر میں تو ایسا معاملہ ہوا کہ مکے کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کا کوئی شخص مارا نہ گیا ہو۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ خطرناک صورت حال کے پیش نظر مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کریں۔ خود رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی خیال تھا۔ مگر جو لوگ بدر کے بعد ایمان لائے تھے اُن میں جوش و خروش تھا' انہوں نے کھلے میدان میں مقابلہ پر اصرار کیا کہ موت سے ہمیں کیا ڈر ہے' ہم تو شہادت چاہتے ہیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے دامن اُحد میں کھل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسلمان 1000 کی تعداد میں تھے مگر عبداللہ بن اُبی اپنے 300 ساتھیوں کو لے کر واپس آ گیا کہ مدینے میں محصور ہو کر لڑنے کی ہماری تجویز نہیں مانی گئی تو ہم ساتھ نہیں دیں گے۔ اب مسلمان مقابلے کے لئے صرف 700 تھے' ان میں بھی دو خاندان بنو حارثہ اور بنو سلمہ ایسے تھے کہ جن کے قدم ابتداءً ڈگمگا گئے' مگر اللہ نے ان کو حوصلہ دیا' پھر وہ ڈٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ جنگ ہوئی' اللہ کی مدد آئی اور فتح ہوئی۔ لیکن مسلمانوں کی پشت کی طرف ایک درہ تھا جہاں سے حملے کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے وہاں 50 تیر اندازوں کو مقرر کر کے ہدایت فرمائی کہ تم نے کسی حال میں یہاں سے نہیں ہلنا۔ اگر چیلیں اور کوے ہمارے گوشت کھانے لگیں تو بھی تم یہاں سے مت ہٹنا۔ مسلمانوں کو فتح ہو گئی تو درے پر مامور لوگوں میں اختلاف ہوا۔ کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ کا حکم تو شکست کی صورت میں تھا' اب تو فتح ہو گئی' لہٰذا چلتے ہیں اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں دوسروں کا ساتھ دیتے ہیں۔ لوکل کمانڈر نے بہت منع کیا کہ یہاں سے مت ہلو' رسول اللہ ﷺ کا حکم یاد رکھو۔ مگر وہ تو آپ ﷺ کے حکم کی تاویل کر چکے تھے۔ چنانچہ 35 چلے گئے اور صرف 15 تیر انداز درے پر کھڑے رہے۔ خالد بن ولید' جو اس وقت کفار کے لشکر میں گھڑ سوار دستے کے کمانڈر تھے' اُن کی عقابی نگاہ نے دیکھ لیا کہ درہ خالی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دستہ کو لے کر پیچھے گئے اور درے کے راستے حملہ کر دیا۔ وہاں اب دفاع کے لئے مناسب افرادی قوت موجود نہ تھی لہٰذا اس اچانک حملے سے اسلامی لشکر میں افراتفری مچ گئی اور فتح شکست میں بدل گئی۔ 70 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ خود رسول اللہ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ اتنا خون بہا کہ آپ ﷺ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آواز لگی کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے' مگر جلد ہی اس افواہ کی تردید ہو گئی۔ حضور ﷺ نے خود لوگوں کو پکارا۔ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو پہاڑ پر چڑھ کر دفاعی تدبیر اختیار کرنے کا کہا۔ چنانچہ اب مسلمان پہاڑ پر چڑھ گئے۔ خالد بن ولید نے کہا کہ پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کا پیچھا کرنا چاہئے اور آج انہیں ختم ہی کر دینا چاہئے' مگر قریش مکہ کے دوسرے سردار اور کمانڈر ابوسفیان نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت خطرے کی بات ہے' مسلمان اونچائی پر ہیں' وہ وہاں سے ہمارے اوپر پتھر برسائیں گے جس سے ہمارے گھوڑے آگے نہ بڑھ سکیں گے۔ یوں ہمارا بھی نقصان ہوگا اور ہمارے گھوڑوں کا بھی۔ اب تو ہمیں واپس ہو جانا چاہئے' ہم نے بدر کا بدلہ تو لے ہی لیا ہے۔ چنانچہ پھر وہ وہاں سے واپس چل دیئے۔ (جاری ہے)

فرمانِ نبوی

اللہ کے گھر میں کلام پاک کی تلاوت اور درس و تدریس

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰه عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ)) (رواہ مسلم و ابوداوُد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: ''کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر کلامِ پاک کی تلاوت اور اس کی باہم درس و تدریس کرتی مگر اُن پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے' ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔''

اداریہ

''تنظیم اسلامی'' کی اصلاحی تحریک اور سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ

شادی بیاہ کی رسومات اور تقریبات کے ضمن میں جمعہ 5 نومبر کو عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے جو غیر معمولی فیصلہ دیا ہے' وہ بعض اعتبارات سے گویا ''تنظیم اسلامی'' کی اصلاحی تحریک پر مہر تصدیق ہے۔ بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے 1973ء میں اپنے چھوٹے بھائی ڈاکٹر ابصار احمد صاحب کی شادی سے اس اصلاحی تحریک کا آغاز کیا تھا جسے بعد ازاں تنظیم اسلامی نے بھی اپنا لیا۔ اس اصلاحی تحریک کا آغاز کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اعلان کیا تھا کہ اتباع سنت رسول ﷺ کے پہلے قدم کے طور پر شادی بیاہ کی تقریبات اور رسومات کے ضمن میں ہمیں کم از کم یہ طے کر ہی لینا چاہئے کہ ان میں سے صرف وہی چیزیں باقی رکھی جائیں جن کا ثبوت آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مل جائے اور باقی تمام بعد کی ایجاد کردہ یا باہر سے درآمد شدہ رسومات کو پوری ہمت اور جرأت کے ساتھ پاؤں تلے روند دیا جائے۔ مثلاً (1) یہ کہ نکاح مسجد میں ہونا چاہئے۔ (2) گھروں کی تزئین و آرائش اور بالخصوص روشنی وغیرہ پر اسراف سے بچنا چاہئے۔ (3) دعوتِ طعام صرف ایک ہونی چاہئے یعنی دعوت ولیمہ (4) لڑکی والوں کی جانب سے نکاح کے موقع پر دعوتِ طعام کا سلسلہ بالکل بند ہونا چاہئے۔ (5) جہیز' بارات اور مہندی وغیرہ سراسر غیر اسلامی اور ہندوانہ ذہنیت کے مظہر ہیں۔ ان کو ترک کرنا چاہئے تاہم ابتدائی قدم کے طور پر کم از کم یہ ضرور طے کر لیا جائے کہ جہیز اور بری وغیرہ کی نمائش بالکل نہیں ہوگی۔

سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ بھی کم و بیش ''تنظیم اسلامی'' کے اس فیصلے پر مبنی ہے جس پر تنظیم کے اکابرین و رفقاء لفظاً و معناً عمل کرتے ہیں صرف اس فرق کے ساتھ کہ دعوت ولیمہ میں کھانے کی بجائے مشروبات پر اکتفا کیا جائے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر بات ہو سکتی ہے تاہم سپریم کورٹ کا فیصلہ بحیثیت مجموعی مستحسن ہے۔ عدالت عظمیٰ نے بالکل درست کہا ہے کہ ولیمے میں شادی والے گھر کے آس پاس کے عام لوگوں کو بھی مدعو کیا جانا چاہئے اور صرف دنیاوی لحاظ سے بڑے لوگوں کی ہی خاطر مدارات نہیں کرنی چاہئے۔

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں یہ واضح کیا ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کی جانے والی دوسری رسوم مثلاً مہندی' مایوں' جہیز اور بارات وغیرہ ہندوانہ رسوم ہیں جو اسلام کی تعلیمات و احکامات کے منافی ہیں۔ نیز سپریم کورٹ نے کہا کہ نکاح محلے کی مسجد میں سادگی سے ہو اور اس موقع پر کوئی شور شرابہ اور ہنگامہ نہ ہو۔ شادی والے گھر کی تزئین و آرائش' آتش بازی اور روشنیاں وغیرہ نہ ہوں' کیونکہ یہ بے جا اسراف ہیں۔ ان سماجی برائیوں کی زد براہ راست نچلے درجے کے غریب اور سفید پوش طبقے پر پڑتی ہے۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے کا یہ حصہ ''تنظیم اسلامی'' کے دیرینہ فیصلے کی روح کے مطابق ہے۔ لیکن خالی فیصلے یا قانون سازی پر جب تک اُس کی منشا کے مطابق عمل نہ ہو تو وہ بے روح اور بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔ پاکستانی معاشرے کی اسلامی خطوط پر قرآن و سنت کی پیروی میں تشکیل و تعمیر میں ذرائع ابلاغ' سیاسی جماعتیں' سماجی تنظیمیں اور بالخصوص مذہبی جماعتیں اور تنظیمیں اہم اور بنیادی کردار ادا کرنے کی بالتخصیص ذمہ دار ہیں۔ ان اداروں اور تنظیموں نے حصولِ آزادی کے بعد اپنی معاشرتی و دینی ذمہ داری کو کس قدر نبھایا ہے' یہ وہ بڑا سوال ہے جس پر تمام حلقوں کو دردمندی اور سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ پچھلے تیس چالیس سال سے سرکاری ٹیلی ویژن نے مایوں' مہندی اور بارات کے علاوہ گھروں میں گانے بجانے' رقص و سرود' آتش بازیوں اور چراغاں کے نت نئے انداز کی تشہیر کر کے پورے معاشرے کو ذہنی طور پر غیر ضروری' فضول ہندوانہ اور جاہلانہ رسوم کے جال میں جکڑ رکھا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ سپریم کورٹ کے قابل تعریف فیصلے اور حکم پر تمام طبقوں سے سخت پابندی کرائی جائے۔ عملی مثال کے لئے ''تنظیم اسلامی'' کے اکابرین اور رفقاء کار کا کردار سامنے کی بات ہے۔ بانی تنظیم نے اصلاحی تحریک کا آغاز کرتے وقت اپنی ذات کے لئے اعلان کیا تھا کہ میں آئندہ سے (1) کسی بارات میں شرکت نہیں کروں گا (2) نکاح کے موقع پر کسی دعوتِ طعام میں شامل نہیں ہوں گا' سوائے دعوت ولیمہ کے (3) نکاح کی کسی ایسی تقریب میں شرکت نہیں کروں گا جو مسجد میں منعقد نہ ہو۔ تنظیم اسلامی کی روشن اور قابل تقلید مثال کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان کی مرکزی حکومت' اور چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کی حکومتیں' سیاسی و دینی جماعتیں اور ادارے' قانونی پینلٹی اور ہر طریقے اور ذریعے سے سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد کرائیں گی تو مثبت اور مطلوبہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

شمارہ	11 تا 17 نومبر 2004ء	جلد
43	27 رمضان تا 3 شوال 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ڈاکٹر عبدالخالق

مرزا ایوب بیگ۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر

''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

☆☆☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

عالم اسلام کی خبریں

عراق

❁ مجاہدین کے حملوں میں تیزی آ گئی ہے۔ امریکی فوج سے جھڑپیں ہوئیں۔ امریکی فوج نے فلوجہ پر بمباری کی۔ اتوار 7 نومبر کو صوبہ الانبار میں 200 مسلح افراد نے تین تھانوں پر حملہ کر کے 23 پولیس اہل کاروں کو اکٹھا کر کے فائرنگ کر دی۔ گورنر آفس اور صوبائی کونسل کے تین اہل کار، عراقی فوج کا ایک اعلیٰ افسر، دو امریکی فوجی مختلف واقعات میں ایک ہی دن میں 61 افراد ہلاک ہوئے۔ روز افزوں ہلاکت خیزیوں کے پیش نظر عراق کے وزیر اعظم ایاد علاوی نے ملک بھر میں ہنگامی حالات کے تحت دو ماہ کے لئے مارشل لاء نافذ کر دیا ہے۔ تاہم ایمرجنسی کا اطلاق کرد علاقے پر نہیں ہوگا۔

❁ برطانیہ کے موقع اخبار "سنڈے ٹائمز" نے اپنی تازہ رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ عراقی شہر فلوجہ میں امریکی فوجیوں پر قہر بن کر نازل ہونے والے بے شمار مسلح مزاحمت کاروں نے شہادت کے جذبے سے اپنے آپ کو خودکش بم دھماکوں کے لئے پیش کر دیا ہے اور جن راستوں سے امریکی فوج فلوجہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہاں امریکا کو اس قدر جانی نقصان اٹھانا پڑے گا کہ امریکی عسکری منصوبہ ساز اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

ایران

❁ ایران کے ایٹمی پروگرام پر یورپی یونین اور ایران "ابتدائی معاہدے" پر متفق ہو گئے ہیں۔ پیرس میں 6 اور 7 نومبر کو دو روزہ اجلاس کے بعد مذاکرات میں شریک ایرانی نمائندے حسین موسوی نے اخبار نویسوں اور ٹیلی ویژن کے نمائندوں کو بتایا کہ ایران اور یورپی یونین کے درمیان ایٹمی پروگرام کے معاہدے پر اتفاق ہو گیا ہے۔ یہ معاہدہ اب ایران، فرانس، برطانیہ اور جرمنی کی حکومتوں کو غور وخوض کے لئے بھجوایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر چاروں حکومتیں اس مرحلے پر متفق ہو جاتی ہیں تو یہ ایران، یورپی یونین اور عالمی برادری کے تعلقات میں اہم تبدیلی ہوگی۔

❁ مذاکرات سے ایک روز قبل ایران کے صدر محمد خاتمی نے کہا کہ میرے خیال میں نوبت یہاں تک نہیں پہنچے گی کہ یہ معاملہ سلامتی کونسل میں پیش کر دیا جائے جو ایران پر اقتصادی پابندیاں عائد کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ یورپی یونین کے پیکج پر معاملات طے کرنے کے لئے افزودگی کا عمل زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے لئے بند کر سکتا ہے۔

❁ چین کے وزیر خارجہ نے ایران کے دورے پر تہران میں ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ ان کا ملک ایران کا ایٹمی مسئلہ سلامتی کونسل کو بھجوانے کی امریکی کوششوں کے خلاف ہے۔

افغانستان

افغانستان کے عبوری صدر حامد کرزئی ملک کی تاریخ میں پہلے صدارتی انتخابات میں جیت گئے ہیں۔ اس امر کا اعلان 4 نومبر کو باضابطہ سرکاری طور پر کیا گیا۔ انتخابات میں 82 لاکھ ووٹ ڈالے گئے۔ دھاندلی کے چند شواہد ملے ہیں، تاہم یہ محدود پیمانے پر تھی۔ حامد کرزئی کو 55.4 فی صد ووٹ ملے۔ سرکاری اعلان کے بعد پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کابل گئے اور صدر حامد کرزئی سے ملاقات کی، جس میں دونوں ملکوں کے صدور نے دہشت گردی کے خلاف تعاون جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔ صدر حامد کرزئی نے اپنی پہلی تقریر میں کہا ہے کہ وہ ملک میں موجود پرائیویٹ ملیشیا کو مکمل طور پر ختم کر دیں گے۔

متحدہ عرب امارات

❁ متحدہ عرب امارات کے بانی صدر شیخ زاید بن سلطان النہیان 2 نومبر کو 90 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ زاید نے 1971ء سے متحدہ عرب امارات کے قیام کے بعد سے وہاں کے صدر تھے۔ 1996ء میں اُن کی گردن کی سرجری ہوئی۔ 2000ء میں ان کا گردہ تبدیل کیا گیا تھا۔ متحدہ عرب امارات کا قیام انہی کی کوششوں سے برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے کے بعد 2 دسمبر 1971ء کو عمل میں آیا تھا۔ اس میں سات امارات ابوظہبی، عجمان، دبئی، فجیرہ، شارجہ، اُم القیوان اور راس الخیمہ شامل ہیں۔ "خلیج تعاون کونسل" کا قیام بھی اُن کا کارنامہ ہے۔ وہ پاکستان کو اپنا دوسرا گھر سمجھتے تھے۔ انہوں نے پاکستان کی بھرپور اخلاقی، سفارتی اور اقتصادی امداد کی۔ لاہور میں ہسپتال "شیخ زاید ہسپتال" تعمیر کرایا۔ رحیم یار خان میں ایک بین الاقوامی ایئرپورٹ بنوایا۔ مرحوم کے بڑے بیٹے خلیفہ بن زاید النہیان کو متحدہ عرب کا نیا صدر منتخب کر لیا گیا ہے۔

فلسطین

❁ فلسطین کے صدر یاسر عرفات، جو کئی برس سے غزہ میں اسرائیل کی تحت نظر بندی اور حقیقی محاصرے میں زندگی بسر کر رہے تھے، اچانک کومے میں چلے گئے لیکن طبیعت زیادہ خراب ہونے کے باعث پیرس لے جایا گیا۔ وہاں تین روز کومے میں رہنے کے بعد اب کچھ ہوش آیا ہے۔ ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق اُن کا دماغ مردہ ہو چکا ہے اور اُن کا دل معمول کے مطابق دھڑک رہا ہے۔ انہیں مشینوں کے سہارے زندہ رکھا جا رہا ہے۔ آخری خبر آنے تک انہوں نے آنکھیں کھول دی ہیں اور ڈاکٹروں سے بات بھی کی۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ تین دن میں بیماری کا پتہ چل جائے گا۔ دوسری جانب غزہ میں وزیر اعظم احمد قریع نے حماس، اسلامک جہاد اور دیگر تنظیموں کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کر کے یاسر عرفات کی وفات کی صورت میں آئندہ کے لائحہ عمل پر بات چیت کی ہے۔ عالمی میڈیا میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ یاسر عرفات کو خوراک میں زہر دیا گیا ہے۔

بنگلہ دیش

❁ بنگلہ دیش میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے، جس پر قادیانیوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بنگلہ دیش میں مقیم غیر ملکی سفارت کار بھی متحرک ہو گئے ہیں۔ 4 نومبر کو "انٹرنیشنل ختم نبوت اندولن بنگلہ دیش" نے دھمکی دی ہے کہ ڈھاکا میں قادیانیوں کی تین عبادت گاہوں پر عنقریب قبضہ کر لیا جائے گا۔ 5 نومبر کو پولیس اور نیم فوجی دستوں کے ایک ہزار اہل کاروں نے ان عبادت گاہوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ختم نبوت اندولن نے قادیانیوں کی ایک عبادت گاہ میں غیر ملکی سفارت کاروں کے دورے کی مذمت کی ہے اور اسے سفارتی آداب کی خلاف ورزی اور بنگلہ دیش کے معاملات میں مداخلت قرار دیا ہے۔ بنگلہ دیش میں قادیانیوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔

ہالینڈ

❁ اسلام پر متنازعہ فلم بنانے کی وجہ سے قتل ہونے والے شاتم رسول ﷺ فلم ساز پر ہونے والی تحقیقات میں صومالیہ نژاد ہالینڈ کی سیاست دان خاتون آیان حرسی علی مرکزی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ آیان اسلام کے کے خلاف توہین آمیز بیانات دینے کے علاوہ شانِ رسول ﷺ میں گستاخی کی بھی مرتکب ہوئی ہے۔ وہ 13 نومبر 1969ء کو صومالیہ کے شہر موگادیشو میں پیدا ہوئی۔ 1992ء میں 22 سال کی عمر میں زبردستی شادی کی کوشش پر وہ بھاگ کر ہالینڈ چلی گئی۔ 1997ء میں اُسے ہالینڈ کی شہریت مل گئی۔ 2002ء میں وہ پارلیمنٹ کی ممبر منتخب ہوئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اس نے اسلام میں ختنے کی رسم کو جاہلانہ قرار دیا۔ جنوری 2004ء میں اُس نے آنحضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ بیان جاری کیا، جس پر مسلمانوں نے سخت تنقید کی۔ آیان نے اگست میں اپنی فلم Submission کے لئے، جس کی کہانی اور مکالمے اُس نے خود لکھے ہیں، فلم ساز وان گوخ سے فلم بنانے کا معاہدہ کیا۔ اس متنازعہ فلم کے ریلیز ہونے پر وان گوخ کو قتل کر دیا گیا، جبکہ اُس کے جسم میں خنجر کے ہمراہ پیوست کئے جانے والے خط میں آیان کو دھمکی دی گئی ہے کہ وہ اسلام کے دشمن کی حیثیت سے زندہ نہیں رہے گی۔ اب حکومت ہالینڈ نے آیان کی سیکورٹی سخت کر دی ہے۔

☆ بنیاد پرستی اور دہشت گردی دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں

☆ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کرنا منافقت کے زمرے میں آتا ہے

☆ اہل مغرب اسلام کے خلاف نہیں بلکہ مسلمانوں کے مختلف طبقات کے اندر ایک جنگ شروع کرنا چاہتے ہیں

بنیاد پرستی درحقیقت خدا پرستی ہے!

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے 29 اکتوبر 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

موجودہ دنیا میں لبرل ازم' روشن خیالی' اعتدال پسندی مطلوب صفات ہیں جبکہ بنیاد پرستی اور انتہاپسندی قابل نفرت ہیں' جنہیں لازماً ترک کرنا ہوگا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنیاد پرستی کسے کہتے ہیں! میرے نزدیک بنیاد پرستی کا مطلب خدا پرستی ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو کہ وہی خالق و مالک ہے' پھر وہ رسالت پر ایمان رکھتا ہو کہ اللہ اپنے منتخب بندوں پر وحی کے ذریعے اپنا پیغام نازل کرتا رہا ہے اور اس کا آخری پیغام قرآن کی شکل میں آخری رسولؐ پر نازل ہوا تو اب اس شخص کے لئے اس کے سوا کیا اختیار موجود ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام پر عمل کرے۔ یہی طرز عمل اب بنیاد پرستی کہلاتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کی رُو سے آنحضورﷺ نے فرمایا کہ بندہ مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہو۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی شخص اپنے عمل میں آزاد نہیں رہتا کہ جو چاہے' کرے۔ وہ قرآن وسنت کے احکام کے ساتھ بندھ جاتا ہے جبکہ آج کی دنیا میں مادر پدر آزادی کو لبرل ازم' روشن خیالی اور اعتدال پسندی جیسے الفاظ کا جامہ پہنا دیا گیا ہے۔ عبادت کی حد تک تو اللہ کو مانا جا رہا ہے' لیکن عملی زندگی میں احکام الٰہی واجب الاطاعت نہیں رہے بلکہ انسانی حقوق اور عوامی حاکمیت کا دور ہے کہ جو چاہو' کرو۔

ایک مسلمان درحقیقت فطرتاً بنیاد پرست ہوتا ہے۔ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کی حرام کردہ شے کو اپنے لئے حلال ٹھہرا لیا' اس کا قرآن پر کوئی ایمان نہیں ہے۔ اس اعتبار سے مسلمان کے لئے بنیاد پرستی' خدا پرستی کے مساوی ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت 208 میں واضح طور پر فرما دیا گیا کہ: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔'' اس میں کوئی تفریق نہیں ہوسکتی کہ فلاں چیزیں اگر مغرب کو قابل قبول نہیں ہیں تو ہم ان کو چھوڑ دیں گے۔ ایسا نہیں ہوسکتا' بلکہ ایک مکمل پیکج ہے جسے پورے کا پورا لینا ہوگا۔ یہ امر مستحضر رہنا چاہئے کہ اللہ کو ہماری کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔

ایک حدیث قدسی کی رُو سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر تمام انسان' جن متقی بن جائیں تب بھی میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمام انسان' جن بدترین فاسق اور فاجر بن جائیں تب بھی میری سلطنت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ سورۃ البقرۃ کی آیت 208 کے آخر میں فرمایا گیا: ''اور شیطان کے نقوش پا کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' اس نے تو ادھار کھایا ہوا ہے کہ میں بنی آدم کو گمراہ کرکے چھوڑوں گا۔ اسلامی تعلیمات کو مکمل طور پر اختیار کرنے کے حوالے سے یہاں تو مثبت انداز میں بات کی گئی ہے جبکہ یہی مضمون سورۃ البقرۃ کی آیت 85 میں منفی انداز میں وارد ہوا ہے۔ ''کیا تم ہماری کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے۔ تو کوئی سزا نہیں ہے اس کی جو تم میں سے یہ طرز عمل اختیار کرے گا سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار کر دیئے جائیں اور قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں جھونک دیئے جائیں۔'' اللہ کو کفر کے مقابلے میں یہ زیادہ ناپسند ہے' کیونکہ یہ بھی ایک طرح کی منافقت ہے کہ اللہ کو ماننا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کرنا! منافقین کے بارے میں سورۃ النساء کی آیت 145 میں فرمایا گیا: ''بے شک منافقین آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔''

حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمدﷺ تک اللہ کا دین ایک ہی رہا ہے' البتہ شریعتوں میں فرق ہے۔ چنانچہ سورۃ البینۃ کی آیت 5 میں فرمایا گیا: ''نہیں حکم دیا گیا نوع انسانی کو مگر یہی کہ اللہ کی بندگی کریں اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر۔'' یہ نہیں کہ ایک قدم اُدھر تو ایک ادھر۔ ایک بات اس کی مان لی' ایک اسلام کی مان لی۔ اس طرز عمل کو چاہے لبرل ازم کہہ لیں چاہے روشن خیالی کا نام دے دیں' اسلام کے نزدیک یہ معنوی کفر ہے۔ آج دنیا میں جو ذلت وخواری ہمارے ماتھے پر لکھ دی گئی ہے' اس کا سبب یہی ہے۔ نائن الیون کے بعد جو کچھ امریکہ نے منوایا' ہم نے مان لیا اور اس کے نتیجہ میں ہماری ساری پالیسی تبدیل ہوکر رہ گئی۔ یہ درحقیقت امریکہ کی اطاعت ہے اور ہم اسی کے پیچھے چل رہے ہیں۔ مسلمان اور بنیاد پرست' یہ دونوں چیزیں اصولی اعتبار سے ایک ہیں۔ وہ مسلمان ہی کیا ہوا جو بنیاد پرست نہ ہو! بنیاد پرستی کو دہشت گردی سے علیحدہ کرکے دیکھنا چاہئے۔ بنیاد پرستی کا صحیح راستہ یہ ہے کہ اپنے ملک میں اسلام کا پورا نظام قائم کرکے دنیا پر حجت قائم کی جائے کہ دیکھو' یہ ہے اسلام کی حقیقی تصویر!

اپنی بندگی کو اللہ کی اطاعت کے لئے خالص کرنے کا مضمون قرآن مجید کی بہت سی سورتوں میں آیا ہے۔ سورۃ الزمر میں تین مقامات پر اس کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا گیا: ''(اے نبیؐ!) ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے حق کے ساتھ' پس آپؐ بندگی کیجئے اللہ کی اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کرکے''۔ پھر آیت 11 میں ارشاد ہوا: ''کہہ دیجئے مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں' اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے''۔ تیسری مرتبہ آیت 14 میں ذکر ہوا: ''کہہ دیجئے میں اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں' اس کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے''۔ سورۃ المومن' جس کا مرکزی مضمون دعا ہے' اس کی آیت 60 میں فرمایا گیا: ''تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو' میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ از راہ تکبر میری بندگی نہیں کرتے' وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہو کر۔'' آنحضورﷺ نے اس آیت کی بہت خوبصورت تشریح کی ہے کہ انسانوں سے کچھ نہ مانگو۔ جس سے بھی کچھ مانگا جائے' اس میں ایک دفعہ ضرور تکبر پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتا ہے کہ مجھ سے یہ چیز کیوں مانگی گئی! یہ انسان کی سرشت ہے جبکہ اللہ وہ

ہے جو کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو! اگر نہیں مانگو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ لہٰذا جب تک اللہ کی بندگی اس کی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے نہیں ہوگی، بات نہیں بنے گی!

میرا آج کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ لبرل ازم اور فنڈامینٹلزم کی جنگ تینوں آسمانی مذاہب کے اندر جاری ہے۔ یہ یہودیوں میں بھی ہے، عیسائیوں میں بھی اور مسلمانوں میں بھی۔ تاہم مسلمانوں کے اندر یہ اتنی نمایاں نہیں ہے، ان پر تو یہ باہر سے ٹھونسی جا رہی ہے۔ اہل مغرب کا کہنا ہے کہ ہم اسلام کے خلاف جنگ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اسلام کے اندر ایک جنگ شروع کرنا چاہتے ہیں۔ یہودیت میں صیہونیت کا فرقہ مذہبی نہیں بلکہ خالص سیکولر اور لبرل نظریات پر قائم ہے۔ یہودیوں کے مذہبی طبقے Hasid نے صیہونیت کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ان میں بہت سے تو ایسے ہیں جو اسرائیل کی ریاست کو بھی نہیں مانتے اور اسے شیطانی کام کہتے ہیں۔ دراصل انہیں ایک مسیحا کا انتظار ہے، جو آ کر یہ کام کرے گا۔ اسی طرح عیسائیت میں امریکہ کا الٹرا کرسچین رائٹ طبقہ لبرل ازم کا شدید مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو سکولوں، کالجوں کے نصاب میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔ یہ کفر ہے۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے حوالے سے بائبل کے اندر ''کتاب پیدائش'' میں جو کچھ درج ہے، وہ صحیح ہے۔ وہ ہم جنسیت کے بھی خلاف ہیں۔ یوں عیسائیت کے مختلف فرقوں کے درمیان بھی جنگ ہے، اگرچہ اکثریت سیکولر ذہن کی مالک ہے۔ لہٰذا اس وقت فنڈامینٹلزم اور لبرل ازم کی جنگ تینوں آسمانی مذاہب کے اندر شدت کے ساتھ جاری ہے، البتہ ان میں فرق کو سمجھنا چاہئے۔

اہل کتاب کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے مذہبی صحیفے اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں ہیں۔ تورات شکوک اور تضادات سے بھری ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی پہلی پانچ کتابیں حضرت موسیٰؑ کی لکھی ہوئی ہیں، لیکن اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ انجیل کے بارے میں پتا نہیں چلتا۔ انجیل یا تو عبرانی زبان میں یا پھر آرامی میں نازل ہوئی ہوگی، کیونکہ آرامی وہاں کی عوامی جبکہ عبرانی ان کے علماء کی زبان تھی۔ لیکن آج اس کا کوئی اصل نسخہ موجود نہیں۔ قدیم ترین نسخہ اس کا لاطینی ترجمہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ تورات اور انجیل میں تین چیزیں گڈمڈ ہیں: اللہ کا کلام جو وحی کے ذریعے سے آیا، اس رسول کا کلام جس پر وہ وحی آئی تھی اور تاریخی واقعات ___ جبکہ اللہ کے فضل وکرم سے ایک تو یہ کہ قرآن کے ایک حرف پر بھی کسی کو شک نہیں اور پوری دنیا مانتی ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو دیا تھا۔ پھر ہمارے ہاں تین چیزیں بالکل علیحدہ ہیں۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے ابتدا میں روک دیا تھا کہ میری باتیں لکھو نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قرآن کے ساتھ گڈمڈ ہو جائیں۔ لہٰذا قرآن صرف اللہ کا کلام ہے، حدیث علیحدہ جمع ہوئی اور سیرت کی کتابیں علیحدہ۔ تیسرے یہ کہ ہماری شریعت بھی واضح اور مرتب حالت میں ہے۔ یہود کے ہاں تورات کی شریعت کے چند احکام ہیں جبکہ عیسائیوں میں شریعت سرے سے ہے ہی نہیں۔ چوتھی بات یہ کہ مسلمانوں میں مذہبی تفرقے کی بنیاد پر عوامی سطح پر کبھی بھی خوں ریزی نہیں ہوئی۔ اس اعتبار سے مسلم فنڈامینٹلزم اتنا گہرا نہیں ہے۔ یہاں بنیاد پرستی اور آزاد خیالی کے درمیان اتنا فساد نہیں ہے جتنا کہ دوسرے دونوں مذاہب میں۔ تاہم عوام کی اکثریت ان کی بھی سیکولر ہے اور ہماری بھی سیکولر! ہمارا مغربی تعلیم یافتہ طبقہ اسلام پر اگر عمل پیرا ہے بھی تو محض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی حد تک! دین کو ایک وحدت کی حیثیت سے مان کر اس کی تعلیمات پر عمل کرنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

میں امریکہ اور مغربی دنیا کے لئے کوئی جواز پیش نہیں کر رہا ہوں، لیکن تاریخی حقیقت یہی ہے کہ آج وہ جو کچھ ہم سے چاہ رہے ہیں، پندرہ صدیاں قبل یہی ہم نے دوسروں سے چاہا تھا۔ جب جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا انقلاب مکمل ہو گیا تو دو گروہوں کے ساتھ دو مختلف معاملے کئے گئے۔ مشرکین کے لئے سورۃ التوبہ کی ابتدائی چھ آیات میں احکام واضح کر دیئے گئے۔ انہیں تمام معاہدے ختم ہونے کا الٹی میٹم دے دیا گیا، اس فرق کے ساتھ کہ جن سے تو غیر معین مدت کے لئے معاہدہ ہے، انہیں چار مہینے کی مہلت دے دی جبکہ جن کے ساتھ مدت کا تعین تھا، ان کے بارے میں یہ عرصہ مکمل کرنے کی ہدایت کی گئی۔ چنانچہ سورۃ التوبہ کی پانچویں آیت میں حکم دیا گیا کہ: ''پھر جب پناہ کے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی پاؤ، اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو، اور ہر جگہ پر گھات لگا کر بیٹھو۔ پھر اگر وہ اپنی روش سے باز آ جائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنا شروع کر دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔'' ان آیات کو آج کل بہت سخت سمجھا جا رہا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ابدی حکم ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ آیات اسی قانون الٰہی کے تحت نازل ہوئیں کہ جس قوم کی طرف رسول آئے اور وہ اس کی رسالت کا انکار کر دے تو پھر اس قوم کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ مشرکین عرب پر چونکہ اتمام حجت ہو چکا تھا، لہٰذا ایمان نہ لانے کی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب استیصال کے مستحق تھے۔ دوسرے گروہ یعنی یہودیوں کے بارے میں اسی سورت کی آیت 29 میں یہ حکم دیا گیا کہ: ''جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان سے بھی جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، اور نہ ان چیزوں کو حرام مانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور نہ دین حق کی پیروی کرنے کو تیار ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کرنے کو تیار ہوں اور چھوٹے بن کر رہیں۔'' لہٰذا مشرکین عرب کے لئے صرف دو راستے تھے کہ یا تو ایمان لے آئیں یا قتل کر دیئے جائیں، البتہ تیسری صورت یہ پیدا ہو گئی کہ اس ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں جبکہ اہل کتاب کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر انہیں اپنے مذہب پر کاربند رہنا ہے تو جزیہ دے کر نظام اسلام کے تحت رہنا ہوگا، دوسری صورت میں وہ جنگ کے لئے تیار رہیں۔

آج دین اسلام اس حال کو پہنچ گیا ہے کہ یہی بات امریکہ کی طرف سے کہی جا رہی ہے کہ نظام ہمارا ہوگا، تاہم تمہارے مسلمان ہونے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آج وہ اپنے نظام کو نافذ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہی لبرلائزیشن ہے! معاملہ بالکل upside down ہو گیا ہے۔ کبھی ہم نے کہا تھا کہ نظام ہمارا ہوگا، البتہ تم جزیہ دے کر اپنے مذہب پر عمل کر سکتے ہو۔ وہی بات آج امریکہ کہہ رہا ہے کہ نظام ہمارا ہوگا یعنی سیاست میں سیکولر ڈیموکریسی، معاشیات میں سودی لین دین اور معاشرت میں مخلوط میل جول۔ آج یہ صورتحال ہے! اس موضوع پر میں نے اپنے کتابچے ''موجودہ عالمی حالات میں اسلام کا مستقبل'' میں بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ایک دین کی حیثیت سے اسلام کا مستقبل فی الحال بہت تاریک ہے۔ امریکہ اور مغربی ممالک اسلام کو ایک نظام کی حیثیت سے قطعاً برداشت کرنے کو تیار نہیں اور اس بنیاد پرستی کو کچل کر رکھ دینے کے درپے ہیں۔ پوری غیر عربی مسلم دنیا میں سب سے زیادہ گہرا اور مضبوط جڑوں والا اسلام پاکستان ہی کے اندر ہے۔ اللہ کرے کوئی ایسی صورتحال ہو کہ یہاں پر اسلامی انقلاب آئے اور ہم اسلام کو ایک مکمل نظام کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کر سکیں!

(ملخص: محمد خلیق)

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئینِ ''ندائے خلافت'' کو

عید مبارک

بش کی جیت

ایوب بیگ مرزا

دو ہفتہ قبل راقم نے جارج بش یا جان کیری کے عنوان سے اپنے کالم میں اس توقع کا اظہار کیا تھا کہ جارج بش کی جیت کے امکانات زیادہ ہیں۔ انتخابی مہم کے دوران مختلف سروے کے مطابق دونوں امیدواروں کی مقبولیت کا گراف اوپر نیچے ہوتا رہا اور بڑا کانٹے دار مقابلہ ہونے کی پیشین گوئی ہوتی رہی۔ اگرچہ راقم کی بھی یہی رائے تھی کہ مقابلہ بڑا کانٹے دار ہوگا لیکن کسی وقت بھی راقم کو اس رائے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی کہ بش جیت جائے گا۔ البتہ جیسا کہ عرض کیا' خیال تھا کہ بش معمولی اکثریت سے جیتے گا جبکہ بش کو زبردست جیت ملی۔ اس نے جان کیری سے تقریباً چالیس لاکھ پاپولر ووٹ زیادہ حاصل کئے ہیں الیکٹرول کالج کی بھی اس نے جان کیری کی 252 نشستوں کے مقابلے میں 274 نشستیں حاصل کیں۔ ڈیموکریٹ کے اکثر گورنرز اپنی اپنی ریاستوں میں منتخب ہوگئے ہیں۔ اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ بش کو مکمل فتح حاصل ہوئی ہے اور اپنے گزشتہ انتخاب کی نسبت وہ زیادہ ووٹ لینے میں کامیاب ہوا۔ یہ کہنا تو شاید مناسب نہ ہو کہ امریکیوں نے بش کی جارحانہ اور جنگجویانہ پالیسی کی تائید کی ہے۔ حقیقت میں بش امریکی عوام کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہوگیا تھا کہ دہشت گردوں کے ہاتھوں امریکی سلامتی کو شدید خطرہ ہے اور Pre-emptive حملوں کا واحد مقصد امریکی سلامتی کو یقینی بنانا ہے۔ اگر اس معاملے میں ڈھیل ہوئی تو امریکہ کو تباہ کر دینے سے دہشت گرد گریز نہیں کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ بش انتظامیہ نائن الیون کے حادثہ کو خوب استعمال کر رہی ہے اور اس حادثہ کو اپنے حق میں استعمال کرنے کا عمل وقوعہ کے روز ہی سے شروع کر دیا گیا تھا۔ اس دہشت گردی پر میڈیا پر ایک ہی آواز لگائی گئی اور ایک ہی صدا اٹھ رہی تھی ۔ America under Attack امریکہ پر حملہ ہوگیا۔ بش اپنی انتخابی مہم میں ایک ہی نکتہ پر زور دیتا رہا کہ ہم انتظار نہیں کریں گے کہ دہشت گرد امریکہ پر پھر حملہ آور ہوں تو انہیں جواب دیا جائے بلکہ آگے بڑھ کر اُن پر حملہ آور ہوں گے تاکہ وہ امریکہ پر حملہ کے قابل نہ رہیں۔ اس معاملہ میں میڈیا کی مدد سے وہ امریکی عوام کو خوفزدہ کرنے میں کامیاب رہے۔ علاوہ ازیں بش نے اپنی جنگجویانہ پالیسی کو بھی مذہبی رنگ خاص حکمت اور پالیسی کے تحت دیا۔ افغان جنگ کے آغاز پر ہی انہوں نے کروسیڈ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ بعد ازاں اس کی ہلکی پھلکی تردید کروا دی گئی اور کہا گیا کہ یہ **slip of tongue** تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا بلکہ سوچ سمجھ کر یہ لفظ بولا گیا تھا پھر مسلم اور دہشت گرد کو ایک معنی پہنانے کی شعوری کوشش کی گئی۔ ان انتخابات میں جب مسلم تنظیم نے بش کے خلاف ووٹ کاسٹ کرنے کی پالیسی بنائی تو جس طرح ایک مرتبہ ہندوستان میں مسلمان ووٹ متحد ہوا تو اندرا گاندھی نے ہندو دیوی کا روپ دھارا اور اکثریتی ہندو ووٹ سمیٹنے میں کامیاب ہوگئی تقریباً یہی انداز بش نے اختیار کیا اور صرف مسلم ووٹ نہیں بلکہ کل آبادکار ووٹ کے خلاف انہوں نے خالص امریکی ووٹ اور مذہبی بنیاد پر عیسائی ووٹ کو مجتمع کیا اور پہلے سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ امریکی عوام معیشت سے متعلقہ معاملات اور نوکریوں (Jobs) کی کمی بیشی کو انتخابات میں ووٹ دینے کے حوالہ سے سب سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ صدر بش نے اپنے چار سالہ دور میں اس شعبہ میں کوئی خاص اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود خالص امریکیوں نے انہیں بے تحاشا ووٹ دیا یہ بڑا قابل غور نکتہ ہے کہ عوام کو سیکورٹی کے حوالہ سے کس قدر خوفزدہ کر دیا گیا تھا۔

دوسری طرف جان کیری بعض معاملات خصوصاً عراق جنگ کے بارے میں تضادات کا شکار ہوگئے انہوں نے سینٹر کی حیثیت سے عراق کے خلاف جنگ کی زبردست حمایت کی تھی۔ اب جب وہ صدارتی امیدوار بنے تو عراق کی جنگ میں امریکہ کے نقصانات خصوصاً جانی نقصان کی وجہ سے فضا بش کے خلاف تھی۔ انہوں نے اس فضا کو اپنے حق میں استعمال کرنے کی کوشش کی اور عراق کی جنگ کے خلاف بیان دیئے اور یہاں تک کہہ دیا کہ وہ چھ ماہ میں وہاں سے فوجیں نکال لیں گے۔ اُن سے جب پوچھا گیا کہ آپ خود عراق جنگ کے حق میں تھے اور اب اس میں تبدیلی کس بنیاد پر ہے۔ انہوں نے اگرچہ اس کا یہ جواب دیا کہ جنگ کا آغاز کرنے سے پہلے جنگ کے بعد کے حالات کو کنٹرول کرنے کی کوئی حکمت عملی نہیں بنائی گئی تھی اور امریکہ کے جانی نقصانات کی اصل وجہ یہی ہے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ اب آپ امریکہ کے صدر بن کر اس جنگ کے خاتمہ کے لئے کیا کریں گے تو انہوں نے قریباً وہی کچھ کہا جو صدر بش کہہ رہے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ صدارت کے پہلے چار سالہ دور میں امریکی فوجیں وہاں سے نکالنا مشکل ہوگا۔ اس پر یہ تاثر سامنے آیا کہ یہ کام پھر صدر بش پہلے سے کر ہی رہے ہیں۔ انہیں ہی کیوں نہ دوبارہ موقع دیا جائے وہ تجربہ کی بنیاد پر زیادہ بہتر کارکردگی دکھاسکیں گے۔

بہرحال امریکی عوام کا فیصلہ سامنے آ گیا ہے اور صدر بش دوسری مدت کے لئے امریکہ کے صدر بن گئے ہیں۔ پاکستان کے عوام صدر بش کی کامیابی پر بہت مایوس اور فکرمند ہیں لیکن راقم کی رائے میں جیسا کہ جارج بش یا جان کیری والے کالم میں عرض کیا تھا کہ آج کے مادی دور میں کوئی کسی کا دوست نہیں۔ اگر آپ مضبوط ہیں اور اپنے حقوق کی تحفظ کرنا جانتے ہیں تو سب آپ کے دوست ہیں وگرنہ تعلقات کی بنیاد برابری کی بنیاد پر نہیں ہوگی بلکہ ایک حکم دینے والا ہوگا اور دوسرا حکم سننے والا اور اس پر بے چوں وچرا عمل کرنے والا۔ چاہے وہ اس کے اپنے ملک کے مفاد میں ہو یا مفاد کے خلاف ہو۔

لہٰذا یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ پاکستان اور عالم اسلام کے لئے جارج بش یا جان کیری میں رتی برابر فرق نہیں تھا۔ جمہوری ممالک میں پالیسیاں ادارے بناتے ہیں۔ افراد نہیں بناتے۔ البتہ کچھ نفسیاتی سطح پر فرق واقع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پسماندہ اور غیر جمہوری ممالک میں امریکہ کے صدارتی انتخابات کے دوران اہم فیصلے روک لئے جاتے ہیں۔ صدر مشرف نے وردی کا ایشو سات آٹھ ماہ پہلے اٹھا دیا تھا اس پر خوب گرما گرمی پیدا کی لیکن آج تک اس بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ امریکہ کے صدارتی انتخابات کا انتظار کر رہے تھے۔ بش انتظامیہ کے ساتھ اُن کی انڈرسٹینڈنگ چل رہی تھی لہٰذا اب وہ کچھ وقت گزارنے کے بعد اعلان کر دیں گے کہ وہ وردی نہیں اتاریں گے۔ ایران کا یورینیم افزودہ کرنے کا مسئلہ بھی اٹکا ہوا تھا۔ ایران کچھ وقت گزاری سے کام لے رہا تھا لیکن بش کے دوبارہ منتخب ہونے کے فوراً بعد ہی انہوں نے اس معاملے میں یورپ کے پیش کردہ نکات سے اتفاق کرتے ہوئے معاملات طے کرنے کا یکدم اعلان کر دیا کیونکہ

اُنہیں خدشہ ہے کہ صدر بش ایران پر اگر حملہ نہیں کرتا تو بھی کم از کم ایران پر اقتصادی پابندیاں لگانے میں یقیناً کامیاب ہو جائے گا جس سے اس کی معیشت تباہ ہو جائے گی۔

راقم کی رائے میں بش کے جارحیت پسند زاویہ میں اگر کمی واقع نہ ہوئی تو شدت بھی نہیں آئے گی۔ شاید وہ کچھ اعتدال پیدا کرے کیونکہ ایک تو عالمی رائے کو یکسر مسترد کر دینا اُس کے لئے بھی آسان کام نہیں۔ دوسرا یہ کہ عراق میں تجربہ کے بعد کسی بھی دوسرے ملک پر حملہ کرنے سے پہلے یہ مسئلہ یقیناً زیر غور آئے گا کہ قوت اور ٹیکنالوجی کی بنیاد پر فتح کر لینا اور تباہ و برباد کر دینا تو آسان کام ہے۔ بعد کی صورت حال کو کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے۔ ابھی تک افغانستان اور عراق میں گوریلا جنگ اور خودکش دھماکوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے ختم ہونے کا امکان نظر آتا ہے حالانکہ افغانستان کو فتح کئے تین سال گزر چکے ہیں اور عراق کو تباہ و برباد کئے اور اس پر قبضہ کئے ڈیڑھ سال سے زائد وقت گزر چکا ہے۔ ان دو اسباب کی بنیاد پر جن میں سے موخر الذکر زیادہ اہم ہے بش کو اپنی جارحیت پسندی میں عملاً کمی کرنا پڑے گی۔ البتہ یہودی فتنہ ساز اور تخریبی ذہن دنیا کو امن نصیب نہیں ہونے دے گا۔ اس کے سازشی کردار نے اگر امریکہ کو جنگ کی طرف دھکیلنے کے لئے نائن الیون جیسا کوئی اور کارنامہ کر دکھایا تو پھر اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ جنگ کی آگ کتنی پھیلے اور کس کس کو جھلسا کر راکھ کر دے۔

مسلم حکمران یہ کیوں نہیں سوچتے اور تاریخ کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے کہ انہیں معلوم ہو کہ کیسی کیسی عظیم سلطنتیں دنیا میں قائم ہوئیں اور کیسے کیسے ظالم اور جابر بادشاہوں اور آمروں نے طویل مدت تک مطلق العنان حکومتیں قائم کیں لیکن نہ وہ خود رہے اور نہ اُن کی سلطنت کا نام ونشان باقی رہا۔

دنیائے اسلام کو غیروں سے محفوظ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اولاً تو دنیا بھر میں ایک عالمی ریاست قائم ہو۔ اگر فی الحال یہ ممکن نہیں تو اسلامی ملک ایک حقیقی اتحاد قائم کریں وہ OIC (آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس) کی طرح ایک فضول اور بے وقعت اور غیر فعال بلکہ مفلوج ادارہ نہ ہو بلکہ اگر کسی ایک اسلامی ممالک کو کسی غیر اسلامی ملک سے خطرہ درپیش ہو تو تمام اسلامی ممالک اس کے خلاف ڈٹ جائیں اور سیاسی سطح پر، اقتصادی سطح پر یہاں تک کہ عسکری سطح پر مل جل کر مقابلہ کریں۔ آج اگر سوا ارب مسلمان ایک قیادت میں متحد ہو جائیں یا ایک لڑی میں پرو دیئے جائیں تو اسرائیل ان کے قدموں تلے روندا جائے اور کشمیر کے مسلمانوں کو بھارت کے ظلم وستم سے نجات دلانے کے لئے خلیجی ریاستوں کی ایک دھمکی کافی ہے کہ وہ اس کا تجارتی بائیکاٹ کر دیں گے۔ بھارتی بنیا جس کشمیر کو اٹوٹ انگ کہتا ہے اسے خود سے یوں کاٹ کر الگ کر دے گا جیسے جسم کا گلا سڑا حصہ ہو۔ لیکن یہ اتحاد اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ کی رسی (قرآن حکیم) کو مضبوطی سے نہیں تھام لیتا۔ وگرنہ اعلیٰ سے اعلیٰ مساجد تعمیر کرتے رہیں۔ اُن میں قیمتی قالین بچھاتے رہیں۔ عمرہ اور حج کرنے والوں کی تعداد میں جتنا چاہے اضافہ ہو جائے۔ میلاد کی محفلیں منعقد کرتے رہیں نعت خوانی کو بیش قیمت فن بنا دیں لمبے جبے پہن لیں گھنی داڑھیاں رکھ لیں۔ قنوت نازلہ کا پڑھنا اپنا معمول بنا لیں۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہوگا۔ لیکن اس سے بش کا راستہ نہیں روکا جا سکے گا۔

بش کا راستہ روکنے کا صرف اور صرف ایک طریقہ ہے کہ پہلے کسی ایک اسلامی ملک میں اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی بھرپور طریقے سے قائم کیا جائے اور پھر دوسرے اسلامی ممالک میں اسے برآمد (export) کیا جائے۔ عالمی سطح پر ایک اسلامی ریاست کے قیام سے پہلے کفر اس کے سامنے سرنگوں ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ) وگرنہ تباہی و بربادی مسلمانوں کا مقدر بن کر رہے گی۔ جتنی دیر سے آئے گی اتنی ہی زیادہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ ہمیں اس انجام بد سے بچنے اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

عید الفطر کا پیغام و پروگرام

عید الفطر کا مبارک دن اپنے عزیز و اقارب اور رفقاء و احباب سے ملاقات اور سلامتی و مبارکباد کے پیغامات کے تبادلے کے ساتھ ساتھ ماہِ رمضان المبارک میں صیام و قیام کی برکات سے مستفید ہونے پر قلب کی گہرائیوں سے اللہ کا شکر بجالانے کا اور رب کی کبریائی کے اعلان کا دن ہے۔

قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق سے ماہِ رمضان کی برکات کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے اور ''دن کا روزہ' رات کا قیام'' کے انوار سے ذہن و قلب کو منور کرنے اور تقویٰ و ہدایت کے حصول کا موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے رحمت' مغفرت اور جہنم سے رستگاری کا سامان کیا۔

ہم سب دعا گو ہیں کہ ہمارا رب اس ماہِ مبارک کی برکت سے ہمیں آئندہ بھی ہر اس چیز سے بچنے اور اسے ترک کرنے کی توفیق بخشے جو اسے ناپسند ہے' اور ہر اس کام کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند ہے اور اس طرح ہمارے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہماری تمام دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اور اے پروردگار! اس ہلال عید کو ہمارے لئے اور پوری اُمت مسلمہ کے لئے امن و امان اور سلامتی و اسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور اسے ہمارے لئے رشد و ہدایت کا موجب بنا دے۔ (آمین یا رب العالمین)

مسجد دار السلام' باغ جناح' لاہور میں نماز عید الفطر

وقت : آٹھ بجے صبح

خطبہ و امامتِ نماز : حافظ عاکف سعید

مختصر اردو خطاب : ڈاکٹر اسرار احمد

رفقاء و احباب سے ملاقات

مقام : مرکز تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو' لاہور

دن : 3 شوال المکرم 1425ھ

وقت : صبح 10:30 بجے تا 4:00 بجے شام

میزبان : امیر تنظیم اسلامی اور مرکزی ناظمین مع اہل وعیال

شوہر کے حقوق

ڈاکٹر عطیہ اشرف

میری عزیز ماؤں اور بہنو! آج میں آپ کے سامنے یہ پیش کرنا چاہتی ہوں کہ شوہروں کے ہمارے اوپر کیا کیا حقوق ہیں؟ اور ہمارا ان کے ساتھ کیا سلوک ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے شوہر کا کیا درجہ مقرر فرمایا اور ہمارا طرزِ عمل کیا ہے؟ فرمایا:

''اگر میرے لئے کسی کو یہ حکم دینا جائز ہوتا کہ ایک شخص دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

لیکن عورتوں نے اس بات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی کہ اپنے شوہروں کو اپنے آگے سجدہ کروانا چاہتی ہیں کہ شوہر ان کا مکمل تابع ہو کر رہے۔ بعض تو اس میں کامیاب ہو جاتی ہیں اور جو نہیں ہوتیں تو آئے دن ان کے گھر میں فسادات اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔

میری بہنو! جنتی عورتوں کی تو یہ علامت ہوتی ہے کہ جو ہمارے آقا' دو جہانوں کے سردار نے فرمائی۔ کسی نے حضور ﷺ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! سب سے اچھی عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ عورت جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو خوش کر دے اور جب کچھ کہے تو اس کی بات مانیں اور جان و مال میں کچھ اس کے خلاف نہ کرے جو اس کو ناگوار گزرے۔ (بہشتی زیور)

بعض ہماری بہنوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ کیا کریں شوہر ایسے غصے والے اور بدمزاج ہیں کہ راضی ہی نہیں ہوتے' ہم کوشش کر کے اور برداشت کر کے تھک گئی ہیں۔ بس اب ہم سے گزارہ نہیں ہوتا۔ ان بہنوں کے لئے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان واقعات کو ہمارے دلوں میں اتار دے اور ہمیں اس سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک ہم جیسے بہنوں کی طرح عورت تھی جو اپنے شوہر سے بہت پریشان تھی وہ کسی بزرگ کے پاس آئی کہ شوہر بہت بدمزاج ہے کوئی وظیفہ بتا دیں تاکہ وہ نرم پڑ جائے' وہ بزرگ اللہ والے اور سمجھدار تھے' سمجھ گئے کہ اصل بیماری تو عورت کے اندر ہے اس کا علاج کرنا چاہئے۔ اس عورت سے کہا کہ ایک شرط پر وظیفہ بتاؤں گا پہلے یہ کام کرو کہ شیر کے تین بال لے آؤ۔ آج کا مسلمان وظیفوں کے حصول کے لئے تو دن رات ایک کر دے گا۔ کاش! اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مسلمان کا یہ حال ہو جائے جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے اس کو راضی کئے بغیر ہم اس کے خزانے سے کیسے کوئی چیز حاصل کر سکتے ہیں۔ خیر وہ عورت روزانہ شیر کے پنجرے کے پاس جاتی' اس کو مانوس کرنے کے لئے اسے گوشت وغیرہ کھلاتی' خوب بہلاتی' جب ظن غالب ہو گیا کہ کچھ مانوس ہو گیا ہے تو آہستہ آہستہ اس پر ہاتھ پھیرنے لگی اور تین بال توڑ لئے اور خوشی خوشی بزرگ کے پاس لے کر آئی اور کہا کہ دیکھیں میں یہ بال لے کر آئی ہوں۔ اب وظیفہ بتائیں' بزرگ صاحب بڑے دکھ سے کہنے لگے کہ تم پر افسوس ہے۔ ایک شیر جیسے خونخوار جانور کو تم نے مانوس کر لیا کیا تیرا شوہر شیر سے بھی زیادہ خونخوار ہے۔ کیا تو اس کو اپنے اخلاق اور رویئے سے مائل نہیں کر سکتی' جا تیرا یہی وظیفہ ہے۔ واقعتاً اگر عورت اپنے شوہر کو خوش کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ایسی صفات رکھی ہیں کہ اپنے شوہر کے دل کو جیت لے۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ ایک عورت اپنے گھریلو جھگڑوں سے پریشان ہو کر ایک بزرگ کے یہاں گئی اور کہا شوہر بہت مارتا ہے' کوئی وظیفہ بتا دیں' بزرگ نیک آدمی تھا ایسے ویسے دنیا کمانے والے عاملوں کی طرح نہیں تھے' سمجھ گئے کہ یہ زبان دراز معلوم ہوتی ہے۔ ایک پانی کی بوتل دم کر کے دے دی اور کہا کہ جب شوہر گھر میں آئے تو اپنے منہ میں ایک پانی کا گھونٹ ڈال کر بیٹھ جانا' اس نے ایسا ہی کیا چونکہ آپس میں لڑائی جھگڑا تھا' شوہر نے گھر آتے ہی ڈانٹنا شروع کیا۔ مگر وہ خاموش رہی' کئی دن تک ایسا ہوا تو شوہر بہت حیران ہوا کہ یہ تو کچھ بولتی ہی نہیں آہستہ آہستہ اس کا غصہ کم ہو گیا اور یوں آپس کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور بزرگ کے لئے مٹھائی کا ڈبہ لائی کہ آپ کے دم نے اثر کر لیا۔ میرے شوہر بالکل ٹھیک ہو گئے۔ بزرگ نے کہا کہ میں نے اس پر دم کچھ نہیں کیا تھا۔ میں نے تو تمہاری زبان درازی کا علاج اس طریقے سے کیا۔ پھر کبھی زبان درازی نہ کرنا۔

غرض بہنو! اپنے شوہروں کی فرمانبردار اور اطاعت گزار بننے کی کوشش کرو' زبان درازی سے بچو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگ جہنم میں اپنی زبانوں کی وجہ سے اپنے چہروں اور منہ کے بل اوندھے گرائے جائیں گے۔''

ایک حدیث میں آنحضرتؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ:

''جس شخص نے اپنی بیوی کی بدمزاجی پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا جتنا حضرت ایوبؑ کو ان کے صبر کرنے پر دیا ہے اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کر لیا اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کو عطا ہوا تھا۔''

جو عورت نماز' روزہ کی پابند ہو' اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی ہو اپنے خاوند کی اطاعت گزار ہو تو اس کو اختیار ہو گا کہ جنت کے جس دروازے سے داخل ہو جائے۔

جب خاوند گھر آئے عورت اس کو خوش آمدید کہے اور اس نے اپنے خاوند کی غیر موجودگی میں کوئی خیانت نہ کی ہو تو اس کو بارہ سال نفلی نماز کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

جہاں تک گناہ کی بات نہ ہو اس کے ہاں میں ہاں ملاؤ' ناشکری نہ کرو جو کچھ ملے قناعت سے شکر گزاری سے اس کے ساتھ گزارہ کرنے کی کوشش کرو کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ معراج کی رات تشریف لے گئے تھے تو جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا تو پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ یہ اپنے شوہروں کی بہت ناشکری کرتی تھیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانچ طرح کے آدمی جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی نیکی قبول ہوتی ہے ان میں ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے (کسی شرعی وجہ سے) ناخوش ہو۔

ایک اور حدیث میں فرمایا ''جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے اور شوہر اس ناراضگی کی حالت میں رات گزار دے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

میری بہنو! ہمیں چاہئے کہ غیر ضروری تفریحات میں کمی کریں' اپنی پوری توانائی گھر کی حالت بہتر بنانے پر خرچ کریں' اپنے شوہر کے غم اور خوشی میں شریک رہیں' اپنے شوہر کی سماجی اور ذہنی حالت سے غافل نہ رہیں اور آمدنی کے لحاظ سے اپنے خاندان کے اخراجات چلائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گھریلو ماحول خوشگوار بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تحریک کی منصوبہ سازی

سید قاسم محمود

٭ یہ انقلابی تحریک چلانے سے پہلے باقاعدہ منظم منصوبہ سازی کی گئی تھی اور اس مقصد کے لئے آٹھ منصوبے بنائے گئے تھے۔ دو منصوبوں کا تذکرہ پچھلی قسط میں کیا جا چکا ہے۔ اوّل یہ کہ اقوام عالم کی اخلاقی امداد حاصل کی جائے اور اس مقصد کے لئے شیخ الہند مولانا محمود حسن نے پانچ سفارتیں چین، جاپان، برما، فرانس اور امریکا کی طرف روانہ کیں۔ دوم یہ کہ دشمن کی جاسوسی اور سراغ رسانی کی جائے اور اس مقصد کے تحت جنگی نقشے تیار کرائے گئے۔

تیسرا منصوبہ: عارضی حکومت کا اجمالی خاکہ

اس منصوبے کے تحت عارضی حکومت کا اجمالی خاکہ تیار کرایا گیا جس کے مطابق مناصب اور عہدوں کا تعین کیا گیا۔ ہر انقلابی جماعت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انقلاب سے پہلے ہی مناصب واختیارات کی تقسیم رہنماؤں اور کارکنوں کے درمیان طے کر لی جائے، ورنہ تو ہر کارکن کے دل میں اپنے ساتھیوں کے متعلق شکوک وشبہات رہیں گے، جس سے کارکردگی کے جذبات میں سرد مہری پیدا ہو جائے گی اور قوتِ عمل ست اور منتشر ہو جائے گی۔

پھر بسا اوقات رضا کار کارکن اپنی طاقت کو بجائے دشمن کے، اپنے ہی ساتھیوں کی کش مکش اور اکھاڑ پچھاڑ میں ضائع کر بیٹھتے ہیں، اور یہ ضیاع بدگمانی اور شک کی وجہ سے لازمی ہوتا ہے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور انقلابی جماعت کے اندر دراڑیں پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

بعض دفعہ اسی بدگمانی کی بناء پر بعض کارکن دشمن سے مل جاتے ہیں۔ اس سے تحریک کو زبردست نقصان پہنچتا ہے جس کی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے۔ تحریک کی کامیابی کی صورت میں اختلافات کے پیدا ہونے کا زبردست خطرہ رہتا ہے (جیسا کہ افغانستان میں روسی فوج کی شکست کے بعد افغان رہنماؤں کی آپس کی چپقلش کی صورت میں ہوا) اور یہ اختلاف خاص طور پر انقلاب کے فوراً بعد پیدا ہوتے ہیں تو انقلابی جماعت کا شیرازہ حکومت کے قیام واستحکام سے پہلے ہی بکھر جاتا ہے اور اس کی کامیابی ناکامی اور فتح شکست سے بدل جاتی ہے۔ چنانچہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ انقلاب ہوا اور انقلابی کامیاب بھی ہو گئے، لیکن انقلاب کے فوراً بعد پھر دشمن کامیاب ہو گیا اور انقلابی شکست کھا کر نیست و نابود ہو گئے۔

چنانچہ زیر تبصرہ تحریک کے قائدین کو بھی ان سب باتوں کی اہمیت کا احساس تھا، اور یہاں تو اس منصوبے پر عمل کرنے کی ضرورت اور بھی زیادہ تھی، کیونکہ یہاں مخاطب دشمن صرف انگریز ہی نہ تھا، بلکہ یہاں ہندو مسلم اختلافات اور باہمی کش مکش پہلے سے موجود تھی۔ اس صورت میں اگر پہلے سے مناصب اور عہدوں کا تعین نہ ہوتا تو نقصانات کا احتمال زیادہ ہوتا۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے اپنی ذاتی ڈائری اور بیانات میں ہندو مسلم اختلافی ذہنیت اور خصوصاً مہندر پرتاپ وغیرہ کے حوالہ سے) بار بار تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ پیش بندی اور منصوبہ سازی کے باوجود جب ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو خدانخواستہ اگر مناصب کا تعین عمل میں نہ آیا ہوتا تو ناکامی خطرناک صورت اختیار کر سکتی تھی۔

بہرحال عارضی حکومت میں مناصب اور عہدوں کی تقسیم کا نقشہ یہ تھا کہ اعلیٰ اختیارات کی حامل حکومت ہوگی، جس کے تحت تمام نظم ونسق قائم و بحال رکھا جائے گا اور پورے اختیارات صرف مرکز کو حاصل ہوں گے۔ اس میں ایک مسلمان اور دو ہندو رکن ہوں گے۔ مسلمان رکن شیخ الہند محمود حسن تھے۔ مولانا حسین احمد مدنی کی تحقیق کے باوجود ہندو ارکان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ سی آئی ڈی کے کاغذات سے صرف گاندھی جی کے نام کا پتہ چلتا ہے۔ اس کونسل کے تحت ایک صدر (مہندر پرتاپ) اور ایک وزیراعظم (مولانا برکت اللہ) اور ایک وزیر مملکت (مولانا عبیداللہ سندھی) اور باقی اُن کے ماتحت کابینہ ہوگی۔ فوجی مناصب میں ایک کمانڈر انچیف (شیخ الہند) اور بارہ جنرل ہوں گے۔ اور باقی میجر اور کرنل وغیرہ کے مختلف عہدے اُن کے ماتحت ہوں گے۔ ان کی پوری تفصیل ''رولٹ رپورٹ'' اور سی آئی ڈی کے خفیہ کاغذات میں درج ہے۔

چوتھا منصوبہ: اندرونِ ملک بغاوت کے مراکز کا قیام:

اس منصوبے کے تحت اندرونِ ملک بغاوت کرانا تھا، جس میں (1) رضا کاروں کی بھرتی (2) عوام میں جذبۂ انقلاب کی خفیہ تبلیغ اور (3) سنجیدہ دماغوں کو بغاوت کے وقت نظم ونسق سنبھالنے کے لئے آمادہ کرنا تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ایک ہیڈ کوارٹر اور آٹھ شاخیں قائم کی گئیں، جن کی تفصیل یہ ہے کہ ہیڈ کوارٹر دہلی میں تھا، جس میں مولانا شیخ الہند، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی، گاندھی جی، ڈاکٹر انصاری، پنڈت موتی لال نہرو، لالہ لاجپت رائے، راجندر پرشاد وغیرہ حضرات کام کرتے تھے۔ ان کی ہدایات پر ملک کے اندر اور باہر ہر کام انجام پذیر ہوتا تھا۔ ہیڈ کوارٹر کے ماتحت آٹھ شاخیں یہ تھیں:

(1) راندیر (سورت، گجرات اور بمبئی) کا مرکز۔ یہاں مولانا ابراہیم، کاوی احمد بزرگ، پٹوں پٹیل وغیرہ کام کرتے تھے۔ مولانا ابراہیم امیر تھے۔

(2) پانی پت کا مرکز۔ یہاں مولانا احمد اللہ کی سرپرستی میں یوپی کے اضلاع میں کام کیا جاتا تھا۔ مولانا احمد اللہ اس مرکز کے امیر تھے اور انہوں نے آخر انگریز سے معافی مانگی تھی۔

(3) لاہور کا مرکز۔ یہاں مولانا محمد احمد چکوالی امیر تھے۔ انہوں نے بھی انگریز سے معافی مانگی تھی۔

(4) دین پور، ریاست بہاولپور کا مرکز۔ یہاں مولانا ابوالسراج غلام محمد سجادہ نشین امیر تھے۔ تین سال جیل میں رہے اور انگریز کی سختیوں کے باوجود اپنے عہد پر قائم رہے۔

(5) امروٹ (سندھ) یہ سندھ اور بلوچستان کا مرکز تھا۔ یہاں مولانا تاج محمد سجادہ نشین اور امیر تھے۔ چار سال قید رہے اور مضبوط رہے۔

(6) کراچی۔ یہ شہر کراچی، قلات اور لس بیلہ وغیرہ کا مرکز تھا۔ یہاں کے امیر مولانا محمد صادق تھے۔ لس بیلا میں بغاوت کرائی۔ لڑائی ہوئی اور آخر آپ نے انگریز کو بہت کچھ نقصان پہنچایا۔ انجام کار گرفتار ہوئے۔ ایک سال قید، تین سال ملک بدر رہے، لیکن اپنے عہد پر مضبوط رہے۔

(7) اتمان زئی۔ یہ صوبہ سرحد کا مرکز تھا۔ اس کے امیر عبدالغفار خان تھے۔ انہوں نے زبردست کام کیا۔ گرفتار ہو کر کئی سال قید رہے اور مضبوط رہے۔

(8) ترنگ زئی۔ آزاد قبائل کا مرکز تھا۔ مولانا فضل واحد یہاں کے امیر تھے جو علاقے کے مشہور پیر تھے۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی مراکز تھے جن کا علم نہیں ہو سکا، لیکن انگریزوں کی کارروائی سے اتنا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ صوبہ سرحد کے آزاد قبائل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی طرح بنگال اور آسام میں بھی، جہاں شیخ الہند کے لاکھوں مرید تھے، اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ خود

بنگال کے کئی رہنما بیرونی مراکز میں کام کرتے رہے تھے اور یہاں سے مالی امداد بھی کارکنوں کو ملتی رہی۔

پانچواں منصوبہ: بیرونِ ملک امدادی مراکز کا قیام:

اس منصوبے کے تحت بیرون ملک میں امدادی مراکز قائم کئے گئے۔ یہاں رضا کاروں کی بھرتی' مالی امداد اور اسلحے کی فراہمی کا کام ہوتا تھا۔ یہ غلط ہے کہ ہیڈ کوارٹر مدینہ منورہ میں تھا' جیسا کہ ''رولٹ رپورٹ'' میں ہے۔ ان کو غلط رپورٹ دی گئی۔ درحقیقت ہیڈ کوارٹر کابل میں تھا' جہاں پہلے مہندر پرتاپ اور پھر مولانا عبیداللہ سندھی اور مہندر پرتاپ دونوں امیر تھے اور کام کرتے رہے۔ اس شعبے کی پانچ شاخیں تھیں:

(1) مدینہ منورہ' جہاں مولانا حسن احمد اور پھر خلیل احمد صاحب کام کرتے رہے۔ (2) استنبول (3) قسطنطنیہ (4) انقرہ (5) برلن۔ ان مقامات میں مختلف حضرات کام کرتے رہے۔ خصوصاً برلن میں ہردیال نے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ انہی کی کوششوں سے جرمنی اور ترکی کا معاہدہ اتحاد عمل میں آیا اور جرمنی کی حکومت ہندوستانیوں کی مدد کے لئے آمادہ ہوئی کہ ہندوستان پر حملہ کر کے آزاد کرانے کے بعد واپس ہو جائے گی۔

کابل کے ہیڈ کوارٹر کو تو اتنی کامیابی ہوئی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ والئی افغانستان حبیب اللہ خان جب افغانستان کے رؤساء وامراء سے مشاورت کے لئے جرگہ بلاتا ہے کہ انگریزوں سے لڑا جائے یا نہیں' تو سوائے امیر حبیب اللہ خان اور اُن کے بیٹے عنایت اللہ خان کے' باقی تمام جرگے کے ارکان' سب امرائے قبائل' خود حبیب اللہ خان کے فرزند امان اللہ خان اور نصر اللہ خان اس رائے پر متفق تھے کہ انگریزوں سے لڑائی کی جائے اور ضرور کی جائے۔ چنانچہ امیر حبیب اللہ خان حیران رہ جاتا ہے اور اپنے شاہی صوابدیدی اختیارات استعمال کر کے کھلی جنگ سے ہٹ کر ایک نرم رائے اختیار کرنے پر جرگے کو مجبور کر دیتا ہے۔ درحقیقت افغانستان میں انگریزوں کے خلاف رائے عامہ استوار کرنے میں اُن بزرگوں کی جدوجہد کا نتیجہ تھا جو کئی سال سے کابل کے ہیڈ کوارٹر میں کام کرتے رہے تھے۔ اور جب مولانا سندھی افغانستان میں پاسپورٹ کے بغیر داخل ہوتے ہیں تو قندھار ہی میں اُن کا استقبال افغانستان کا کمانڈر انچیف نادر خان کرتا ہے اور آپ سے مل کر بہت خوش ہوتا ہے۔

''ریشمی خط'' کے پکڑے جانے اور تحریک کے ناکام ہو جانے کے بعد جب کابل ہیڈ کوارٹر کے قائدین کو گرفتار کر لیا جاتا ہے تو اُس وقت اُن کو یقین ہو جاتا ہے کہ امیر حبیب اللہ خان درپردہ انگریز سے ملا ہوا ہے۔ تب یہ لوگ نظر بندی کی حالت میں امیر کے روڑے کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایک تحریک افغان افسروں کے اندر چلاتے ہیں' جس کے نتیجے میں امیر حبیب اللہ خان کو قتل کر کے حکومت پر امان اللہ خان کا قبضہ کرایا جاتا ہے جو برسرِ اقتدار آتے ہی ان لوگوں کو رہا کر کے اپنا مقرب بناتا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کو اپنا مشیر خاص بناتا ہے اور پھر اُن کے مشورے سے انگریزی حکومت پر حملہ کر کے 23 اگست 1919ء کو افغانستان کو انگریز سے نجات دلا کر آزادی کا اعلان کرتا ہے۔

چھٹا منصوبہ: دوسری حکومتوں کو ترکی کا حمایتی بنانا:

اس منصوبے میں دوسری حکومتوں کو ترکی (خلافت عثمانیہ) کا حمایتی بنانے کا پروگرام طے کیا گیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جوہر نے (مقدمہ کراچی کے دوران میں) کراچی کی ایک نجی محفل میں مولانا حسین احمد مدنی سے ملاقات کی اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ امریکا کو بھی ترکی کا حمایتی بنایا جائے' لیکن شیخ الہند محمود حسن نے اس رائے سے مکمل اختلاف کیا۔ ان کی ذاتی رائے یہ تھی کہ امریکا ہر حال میں برطانیہ کا ساتھ دے گا اور بعد میں پہلی جنگ عظیم میں امریکا کی شرکت سے یہی ہوا۔ اس اعتبار سے اُن کی یہ رائے بڑی صائب ثابت ہوئی۔

اصل کام جو اس منصوبے کے تحت طے ہوا تھا' وہ تھا جرمنی اور روس کو ترکی کا مددگار بنانا۔ چنانچہ برلن میں راجہ مہندر پرتاپ نے مسلسل تین سال رہ کر اس کام کو سرانجام دیا۔ ہردیال اور مولانا برکت اللہ صاحب بھی اُن کی امداد کرتے رہے اور آخر ''جرمنی ترکی اتحاد'' عمل میں آیا۔ یہ مشن بے حد کامیاب رہا اور کیپٹن ہنٹس' جو جرمن حکومت میں اثر رسوخ رکھتا تھا' اُس نے اس اتحاد میں ہندوستانی مشن کی بڑی مدد کی اور آخر خود بہ نفس نفیس ہندوستان پر حملے کی تیاری کے سلسلے میں کابل آیا اور یہاں بڑے خلوص سے کام کیا۔

جرمن حکومت کی جانب سے مطمئن ہو کر اب اُسی مشن کو روسی اتحاد کے لئے احکام دیئے گئے۔ راجہ مہندر پرتاپ برلن سے کابل آئے اور یہاں سے یہ کام شروع ہوا۔ اس وقت ہندوستان سے مولانا سندھی بھی کابل پہنچ چکے تھے۔ ان دونوں کے مشورے سے روس کو مشن بھیجے گئے۔ پہلا مشن ڈاکٹر مرزا محمد علی اور متھرا سنگھ کی قیادت میں بھیجا گیا۔ یہ لوگ زارِ روس سے نہ مل سکے اور زار اُلٹا ان کے خلاف ہو گیا۔ ان کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ مگر یہ تاشقند کے گورنر کو اپنا ہمنوا بنا چکے تھے اور اسی کی کوشش سے یہ لوگ گرفتاری سے بھی بچ گئے اور بالآخر اُسی کی مداخلت سے ان لوگوں نے نصب العین میں بھی کامیابی حاصل کی۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں کہ یہ مشن بے کار ثابت ہوا اور روسی اور انگریزی اتحاد میں خاصا رکاوٹ ثابت ہوا' جس کی تلافی کے لئے لارڈ کچز کو خود سفر کرنا پڑا۔

ایک دوسرا مشن زارِ روس سے ملنے میں کامیاب ہوا۔ اس مشن نے ایک خط' سونے کی پتری' پر کندہ کر کے اسے دیا۔ اس خط میں مشن کے مقصد کا ذکر ہے۔ جب زار اور انگریزوں کے درمیان دوستی قائم ہوئی تو زار نے یہ سونے کی پتری انگریز کے حوالے کر دی' اس کا مفصل ذکر ''رولٹ رپورٹ'' میں درج ہے۔

مختصر یہ کہ روس میں زیادہ کامیابی نہ ہو سکی' البتہ جرمنی اور ترکی کا دوستی کا معاہدہ انہی لوگوں کی کوششوں سے طے پایا۔

(جاری ہے)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرنگرانی ادارہ' ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابل اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج

خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب: 950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

"شاہراہ مکہ" کا ایک باب

محاذ جنگ پر (4)

تحریر: محمد اسد' ترجمہ: محمد الحسنی ندوی

اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم لوگ کنویں کے پاس خلاف توقع ذرا تاخیر سے پہنچے' جب ہم نے پانی کھینچنا شروع کیا اس وقت فجر کی پو پھٹ رہی تھی' جب ہم فارغ ہوئے اس وقت آفتاب افق پر نظر آ رہا تھا' ہمیں اس پتھریلے نشیبی حصے میں جہاں ہمیں دن کو چھپنا تھا' پہنچنے کے لئے دو گھنٹہ درکار تھے' جونہی ہم نے چلنا شروع کیا ایک ہوائی جہاز کی آواز نے اس صحرا کے سکوت کو توڑ دیا' چند منٹ کے اندر ہمارے سروں پر ایک چھوٹا ہوائی جہاز منڈلا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک حصے کی طرف جھکتے ہوئے زمین سے قریب ہونے لگے یہاں چھپنے کی بھی کوئی جگہ نہ تھی۔

ہم لوگ فوراً اونٹوں سے کود کر زمین پر آ گئے اور منتشر ہو گئے' ٹھیک اسی وقت ہوائی جہاز نے گولیاں برسانا شروع کر دیں۔

زمین پر لیٹ جایئے بے حس وحرکت پڑے رہئے' ایسا ظاہر کیجئے کہ آپ ختم ہو گئے ہیں' میں چیخ پڑا۔

لیکن خلیل نے جنہوں نے مجاہدین کے ساتھ رہ کر شاید ان چیزوں کا برسوں تجربہ کیا تھا مرنے کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ وہ اطمینان سے ایک پتھر پر سر رکھ کر چت لیٹ گئے اور اپنی بندوق اپنے گھٹنوں سے ٹیک کر حملہ آور ہوائی جہاز پر گولی چلانا شروع کر دی۔ وہ اندھا دھند گولی چلا رہے تھے جیسے وہ نشانہ بازی کی مشق کر رہے ہوں' حقیقت میں ان کا یہ اقدام بہت جرات مندانہ اور دلیرانہ تھا۔ ہوائی جہاز گولی برساتا ہوا اچانک ان کی طرف جھکا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے ایک پر پر گولی لگی ہو۔ اس کے بعد فوراً ہی رخ بدل کر وہ تیزی کے ساتھ اوپر کی طرف پرواز کر گیا۔ غالباً پائلٹ نے یہ سوچا کہ چار آدمی کو ہلاک کر کے بلاوجہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا حماقت ہے اس لئے وہ دو ایک بار گھوم کر پھر جنوب کی طرف مشرق میں اوجھل ہو گیا۔

جب ہم دوبارہ جمع ہوئے تو خلیل نے بہت سکون سے کہا کہ یہ خبیث اطالوی بہت بزدل واقع ہوئے ہیں' وہ یہ چاہتے ہیں کہ دوسروں کو تو قتل کریں' لیکن ان کی کھال کو خراش بھی نہ آئے۔

ہم میں سے کوئی بھی زخمی نہیں ہوا' لیکن عبدالرحمٰن کا اونٹ ہلاک ہو گیا۔

ہم نے اس کا سامان زید کے اونٹ پر لاد دیا اور عبدالرحمٰن ان کے پیچھے سوار ہو گئے۔ تین راتوں کے سفر کے بعد ہم جبل اخضر کے صنوبری جھاڑیوں کے جنگلات میں پہنچ گئے ان تھکے ماندے اونٹوں کو ہم نے وہاں چھوڑا اور ان کی جگہ پر گھوڑے لئے جن کو جماعت مجاہدین کے چند افراد ہمارے لئے لائے تھے۔

اب صحرا ہمارے پیچھے تھا' ہم اس علاقے میں چل رہے تھے جو خاصی بلندی پر تھا' اس میں بکثرت ٹیلے اور چٹانیں تھیں جس کے بیچ بیچ میں خشک وادیاں تھیں جس میں صنوبری جھاڑیوں کے جنگلات تھے' بعض جگہ یہ درخت اتنے گھنے ہو جاتے تھے کہ ان کو ہٹا کر آگے بڑھنا مشکل ہوتا' یہ غیر آباد اور ویران علاقہ جس میں راستہ کا کوئی نشان نہ تھا اور جو اطالوی حکومت کے زیر اقتدار تھا' علاقہ کا وسطی حصہ تھا جس کو مجاہدین کے شکار کے لئے خاص طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

چار مزید راتوں کے بعد ہم وادی ثعبان جو واقعی اسم بامسمی تھا پہنچ گئے یہاں' ہمیں عمر مختار سے ملنا تھا' ہم ایک چھوٹی وادی میں چھپ گئے جو گھنے درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی' ایک چٹان سے اپنے گھوڑوں کو باندھ دیا اور جبل اخضر کے شیر کے انتظار میں وہاں بیٹھ گئے' رات انتہائی تاریک تھی اور فضا پر گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔

ہم کو سیدی عمر کا کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا' چونکہ اندھیرا بہت تھا اس لئے ہمارے رہبروں نے اس میں کوئی حرج نہ سمجھا کہ ہم بوصفیہ کے کنوؤں سے اپنی مشکوں میں پانی بھر لیں جو یہاں سے مشرق میں چند میل کے فاصلہ پر تھیں' یہ صحیح ہے کہ بوصفیہ کے نصف میل کے فاصلہ پر ہی ایک اطالوی مرکز موجود تھا۔

لیکن خلیل نے کہا یہ خبیث اور بزدل اطالوی اتنی تاریک رات میں اپنے گھروں سے نکلنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔

غرض کہ خلیل اور زید گھوڑے پر سوار ہوئے اور دو خالی مشکیں اپنے ساتھ لے لیں' انہوں نے گھوڑوں کے کھر کپڑے سے باندھ دیئے تھے تاکہ چٹان پر گھوڑے کی ٹاپ کی آواز نہ پیدا ہو' میں اور عبدالرحمٰن اپنی جگہ پر رہے اور ایک نیچی چٹان سے ٹیک لگا کر گرمی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بالکل مل کر لیٹ گئے' اس لئے کہ اس موقع پر آگ سلگانا خطرہ کو دعوت دینا تھا۔

تقریباً گھنٹہ بھر کے بعد ہم نے صنوبر کے درختوں میں کچھ کھڑ کھڑاہٹ محسوس کی' پتھر سے نعل کے ٹکرانے کی آواز آئی' میرے رفیق عبدالرحمٰن فوراً کھڑے ہو گئے اور بندوق اپنے ہاتھوں میں لے کر اندھیرے میں گھورنے لگے' اس کے بعد جھاڑی سے گیدڑ کے بولنے کی آواز آئی' عبدالرحمٰن نے اپنا ہاتھ اپنے منہ کے پاس لے جا کر اس آواز کی نقل کی' اتنی دیر میں دو آدمی ننگے پیر بندوقیں تانے ہوئے جھاڑی سے برآمد ہوئے' جب وہ ہم سے قریب ہوئے تو انہوں نے کہا فی سبیل اللہ' عبدالرحمٰن نے جواب دیا' لا حول ولا قوۃ الا باللہ (ساری طاقت وقوت اللہ کے ہاتھ میں ہے) اس وقت مجھے پتہ چلا کہ یہ وہ رموزی الفاظ ہیں جس کو مجاہدین ایسے مواقع پر استعمال کرتے تھے۔

پھر مجھے پتہ چلا کہ ان آنے والوں میں سے ایک آدمی عبدالرحمٰن سے واقف ہے' اس لئے کہ اس نے دونوں ہاتھ سے ان سے مصافحہ کیا اور بڑی گرمجوشی سے ملا۔ پھر عبدالرحمٰن نے مجھے ان دونوں سے ملایا۔

اللہ آپ کا مددگار ہو' سیدی عمر آنے والے ہیں' ہم خاموش کھڑے ہو گئے' تقریباً دس منٹ کے بعد ہم نے درختوں کے پتوں میں کچھ کھڑ کھڑاہٹ سنی اور تین آدمی اس میں سے برآمد ہوئے ہر آدمی مختلف سمت سے آ رہا تھا وہ بندوقوں سے ہماری طرف نشانہ لگائے ہوئے تھے' جب انہوں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ ہم واقعی وہی لوگ ہیں جن سے ملنے کی انہیں توقع تھی تو دوبارہ مختلف سمتوں سے الٹے پاؤں واپس ہو گئے اب یہ بات واضح تھی کہ ان کی یہ سب نقل وحرکت اپنے لیڈر کی حفاظت اور امن کی ضمانت کے لئے تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد عمر اپنے چھوٹے گھوڑے پر جس کے کھر پر کپڑا لپٹا ہوا تھا' آ گئے ان کو دو دو سوار ہر سمت سے گھیرے میں لئے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے متعدد آدمی تھے۔ جب وہ ہماری چٹانوں کے قریب ہوئے تو ان کے آدمیوں نے بڑھ کر ان کو گھوڑے سے اترنے میں مدد دی۔

میں نے دیکھا کہ وہ دشواری کے ساتھ چل رہے ہیں (بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ تقریباً دس روز ہوئے ایک مقابلہ میں ان کے پیر میں سخت چوٹ آ گئی ہے)

چاند کی تیز روشنی میں اب میں ان کو اچھی طرح دیکھ سکا' وہ ایک میانہ قد سڈول اور مضبوط جسم کے آدمی تھے' ان کی چھوٹی داڑھی جو برف کی مانند سفید تھی' وہ اُن کے شکن پڑے ہوئے اور جھریوں والے چہرہ پر بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ ان کی آنکھیں گہری تھیں' اس کی پلکوں کو دیکھ کر ہر شخص کہہ سکتا تھا کہ معمولی و معتدل حالات میں یہ آنکھیں ہنسنے اور مسکرانے والی رہی ہوں گی مگر اب اس میں سوائے تاریکی' احساس الم اور شجاعت کے کچھ نہ تھا۔

ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے میں آگے بڑھا' اس وقت مجھے اس قوت کا احساس ہوا جس قوت سے مصافحہ کرتے ہوئے انہوں نے میرا ہاتھ دبایا تھا۔

مرحبا میرے بیٹے' اپنی نگاہوں سے مجھے ٹٹولتے ہوئے انہوں نے کہا یہ اس شخص کی نگاہیں تھیں' موت کا کھیل اور خطرات میں کودنا جس کی غذا اور روزانہ کا معمول تھا۔

ان کے ایک آدمی نے زمین پر کمبل بچھا دیا' سیدی عمر اس پر ٹیک لگاتے ہوئے بیٹھ گئے' عبدالرحمٰن ان کی دست بوسی کے لئے جھکے' پھر ان کی اجازت کے بعد چٹان کے نیچے ذرا سی آگ روشن کی اور اس کی مدھم روشنی میں سیدی عمر نے وہ خط پڑھا جو سید احمد نے ان کو لکھا تھا۔ انہوں نے اس خط کو بڑے اہتمام اور محبت کے ساتھ پڑھا' پھر لیٹ کر ذرا دیر کے لئے اس کو اپنے سر پر رکھا جو احترام اور محبت کی ایک علامت ہے' جس کا رواج جزیرہ میں تو بہت کم' لیکن شمالی افریقہ میں بہت زیادہ ہے' پھر وہ مسکراتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے۔

سید احمد نے ..... اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے ...... اپنے خط میں آپ کی بہت تعریف لکھی ہے۔ آپ ہماری مدد کے لئے تیار ہیں' لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت مدد کہاں سے آ سکتی ہے' سوائے خدا تعالیٰ کے' حقیقت میں ہمارا وقت قریب آ چکا ہے۔

میں نے کہا لیکن یہ اسکیم جو سید احمد نے پیش کی ہے کیا وہ ہمارے لئے ایک نئی جدوجہد کا آغاز نہیں بن سکتی ہے' اگر کفرہ سے سامان و اسباب اور ہتھیار سپلائی ہوتے رہے تو کیا اطالویوں کو آگے بڑھنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی تلخ' اتنی حسرت آمیز اور اتنی پھیکی مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی جس مسکراہٹ کے ساتھ سیدی عمر نے میری اس بات کا جواب دیا۔

انہوں نے کہا کفرہ؟ کفرہ کو ہم کھو چکے ہیں' تقریباً ایک ہفتہ ہوا اطالویوں کا اس پر قبضہ ہو چکا ہے۔

اس خبر نے میرے ہوش و حواس اڑا دیئے' اس لئے کہ میں اور سید احمد گزشتہ چند ماہ محض اسی مفروضہ کی بنا پر منصوبے بناتے رہے کہ کفرہ سامان اور ہتھیار کی فراہمی کا بڑا اچھا مرکز بن سکتا ہے۔

لیکن اب کفرہ کو ہم پار کر چکے ہیں ہمارے لئے جبل اخضر کے بالائی حصہ کے علاوہ اب کوئی جگہ نہیں ہے۔

اور کفرہ کا سقوط ہوا کیسے؟

سیدی عمر نے بہت تھکے ہوئے انداز میں اپنے ایک آدمی کو قریب آنے کا اشارہ کیا' یہ صاحب آپ کو روداد سنائیں گے' یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کفرہ سے کسی طرح بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے' یہ ہمارے پاس کل ہی پہنچے ہیں۔

یہ صاحب میرے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور اپنی عبا سمیٹتے ہوئے کہا۔ آہستہ آہستہ انہوں نے گفتگو شروع کی ان کی آواز میں کسی قسم کا انفعال نہیں تھا۔ لیکن ان کے چہرہ پر ان تمام مصائب اور ہولناکیوں کا عکس نمایاں تھا جس کا انہوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔

انہوں نے (یعنی اطالوی) تین گروپ بنا کر تین سمتوں سے ہماری طرف پیش قدمی کی' ان کے ساتھ بکتر بند گاڑیاں اور کثیر تعداد میں بھاری توپیں تھیں۔

ان کے جہازوں نے بہت نیچے پرواز کرتے ہوئے گھروں' مسجدوں' کھجور کے باغات پر بمباری کی' ہمارے پاس صرف چند سو آدمی ایسے تھے جو ہتھیار اٹھا سکتے ہوں' باقی عورتیں' بچے اور بوڑھے تھے' ایک ایک گھر کے لئے ہم نے جنگ کی' لیکن وہ ہم سے کہیں زیادہ طاقتور تھے' آخر میں صرف ایک گاؤں "ہواری" ہمارے قبضہ میں رہ گیا۔ ہماری بندوقیں ان کی بکتر بند گاڑیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں' نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کھجور کے ایک باغ کے اندر چھپ گیا تھا اور موقع کا منتظر تھا کہ اطالوی مواقع کو پار کر کے کسی طرح بھاگ نکلوں۔

رات بھر میں عورتوں کی آہ و فغاں اور چیخ و پکار سنتا رہا جن کو اطالوی اور اریٹری فوج لوٹ کھسوٹ رہی تھی۔

دوسرے روز ایک بوڑھی عورت نے مجھے کچھ روٹی اور پانی دیا' اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اطالوی جرنیل نے جتنے آدمی گاؤں میں زندہ بچ گئے تھے سب کو امام سید محمد المہدی کی قبر پر جمع کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کو پھاڑ کر اپنے جوتوں سے روندا اور چیخ کر کہا "اب اپنے بدونبی کو بلاؤ" اگر اس میں کچھ طاقت ہے تو تمہاری مدد کرے۔ پھر اس نے نخلستان کے تمام درختوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا اور کنوؤں کو تباہ و برباد کر دیا۔ سید احمد بدوی کے کتب خانے میں جتنی کتابیں تھیں وہ سب جلوا دیں' دوسرے روز اس نے حکم دیا کہ تمام علماء و مشائخ کو ہوائی جہاز پر لے جا کر بہت بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے' رات بھر عورتوں کی چیخیں اور فریادیں اور فوجیوں کے قہقہے اور بندوقوں کی سنسناہٹ سنتا رہا' آخر میں رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر صحرا کی طرف چل پڑا' مجھے راستہ میں ایک اونٹ مل گیا اور میں اس پر سوار ہو کر تیزی کے ساتھ بھاگ نکلا۔

جب ان صاحب نے اپنی ہولناک کہانی ختم کی تو سیدی عمر نے نرمی اور شفقت کے ساتھ مجھے اپنے قریب کیا اور اپنی بات دہرائی۔

"اب شاید آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ حقیقتاً اب ہمارے خاتمہ کا وقت قریب آ چکا ہے"۔

پھر اپنی گفتگو انہوں نے اس انداز میں جاری رکھی جیسے انہوں نے وہ بات پڑھ لی تھی جو میری آنکھیں کہہ رہی تھیں۔

"اب تو ہم بس صرف اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ ہمیں اپنے دین اور حریت کی حفاظت کے لئے ایسا کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ دشمنوں کو شکست ہو یا ہم اپنی جان دے دیں' اس کے علاوہ ہمارے سامنے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نے اپنے اہل و عیال کو مصر بھیج دیا ہے تاکہ مرتے وقت ہم ان کی حفاظت کی طرف سے مطمئن رہیں"۔

اچانک ہم نے گھڑگھڑاہٹ کی آواز سنی جو سیاہ آسمان سے آتی ہوئی معلوم ہوئی' فوراً ہی سیدی عمر کے ایک آدمی نے آگ پر ریت ڈال دی' بہت بلندی پر ایک ہوائی جہاز گزرتا ہوا دکھائی دیا جو چاند کی ہلکی روشنی میں بادلوں کے اندر ایک سائے کی مانند تھا۔

میں نے کہا سیدی عمر کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ جماعت مجاہدین کو ساتھ لے کر عارضی طور پر مصر چلے جائیں جبکہ راستہ اس وقت کھلا ہوا ہے' مصر میں اس کا امکان بہت ہے کہ برقہ کے مجاہدین کی تنظیم کر کے ان کو ایک زندہ اور فعال قوت میں تبدیل کر دیا جائے' جنگ میرے خیال میں کچھ عرصہ کے لئے ختم ہو جانا چاہئے تاکہ لوگ اپنی قوت و طاقت کو نئے سرے سے جمع کر سکیں' میرا خیال ہے کہ مصری حکومت اپنی سرحدوں کے قریب اطالوی فوجوں کے اجتماع کو اچھی نظر سے نہیں دیکھے گی' اس لئے وہ جان بوجھ کر آپ لوگوں کی نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں سے چشم پوشی برتے گی' بشرطیکہ آپ اس کو اس بات کا اطمینان دلا دیں کہ آپ کے حریف دراصل اطالوی ہیں۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

لاہور سے تعلق رکھنے والی شیخ فیملی کی 22 سالہ' شرعی پردے کی پابند' MA ایجوکیشن فائنل ایئر کی طالبہ کے لئے دینی مزاج رکھنے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

معرفت: حافظ زوہیب طیب

فون: 03-5869501 6304008

عمل سے زندگی بنتی ہے

محمد سمیع' کراچی

اللہ جل شانہ نے سورۃ الحدید میں حیات دنیوی پر تبصرہ کرتے ہوئے زندگی کے مختلف مراحل میں انسانی جذبات کے نمو کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ "بے شک حیات دنیوی کھیل تماشا' زیب و زینت اور تمہارا آپس میں فخر کا جذبہ اور مال و اولاد کی کثرت ہے۔" ہم ان سطور میں انسانی جذبہ فخر پر گفتگو کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ افتخار انفرادی سطح پر بھی ہے اور اجتماعی سطح پر بھی۔ اگر کوئی سید زادہ ہے تو اسے اہل سادات میں سے ہونے پر فخر ہے۔ اگر عرب ہیں تو انہیں اپنے عربی ہونے پر فخر ہے۔ یہاں تک تو بات پھر بھی نہیں بگڑتی۔ اگر آپ اہل سادات میں سے ہیں تو آپ کا اکرام کیا جانا چاہئے۔ کوئی عرب ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس نسبت سے اس قوم کی عزت کی جائے۔ بات اس وقت بگڑتی ہے جب کوئی سید زادہ اپنی اس نسبت کی بنیاد پر کسی مصلی سے نفرت کرنے لگے یا جب عرب اپنے عرب ہونے کے ناطے دوسروں کو عجمی کہنے لگیں۔ ان باتوں سے آپس میں نفرتیں جنم لیتی ہیں اور لوگ بغض' حسد' کینہ وغیرہ جیسی مذموم صفات سے متصف ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً معاشرے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ اجتماعی سطح پر یہ افتخار کہیں علاقے کی بنیاد پر ہوتا ہے تو کہیں زبان کی بنیاد پر۔ کہیں نسل کی بنیاد پر ہوتا ہے تو کہیں مسلک و مذہب کی بنیاد پر۔ اگر فخر کا یہ جذبہ منفی رخ اختیار کرے اور عموماً ہوا یہی کرتا ہے تو نتیجہ قرآن کریم کے الفاظ میں "ظھر الفساد فی البر و البحر" یعنی خشکی و تری میں فساد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ آج وطن عزیز اسی فساد کی عملی تصویر بنا ہوا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس فساد کا خاتمہ ہو تو کیونکر ہو؟ تو آیئے اس کا جواب بھی ہم قرآن کریم ہی سے تلاش کرتے ہیں۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبائل اور کنبے بنائے تا کہ تم پہچانے جا سکو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو۔" اس آیت کی روشنی میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ دو باتیں اگر ذہن میں رہیں تو فساد سے بچا جا سکتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ تمام عالم انسانیت کے افراد ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا علیہم السلام کی اولاد ہونے کے ناطے آپس میں برابر ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے نزدیک عزت کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ حسب ونسب اور زبان و علاقہ۔ یہی بات ہے جو نبی اکرم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے ایک جز کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتی ہے۔ یعنی "کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ماسوائے تقویٰ کے۔ تم سب آدمؑ سے ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے۔" حیران کن امر یہ ہے کہ جو لوگ آج حسب ونسب اور قوم و قبیلہ کی بنیاد پر لوگوں میں تفریق پیدا کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ اپنی اس حرکت کے جواز میں قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا حوالہ دیتے ہیں کہ دیکھو قرآن کریم نے بھی شعوب و قبائل کے وجود کو تسلیم کیا ہے اس کی نفی نہیں کی۔ لیکن بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اس آیت کے "تعارف" والے جز کو نظر انداز کر دیتے ہیں' بکھرے ہوئے پھول بھی پھول ہی ہوتے ہیں گو مختلف اقسام کے ہوں لیکن جب یہی پھول گلدستے کی صورت میں آتے ہیں تو کتنے بھلے لگتے ہیں۔ آپ نے تو قوم میں تفریق پیدا کر دی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔ ع

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

یہاں قرآن کریم کی ایک اور آیت کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو اس افتخار اور اس سے پیدا ہونے والے فساد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ یہ آیت سورۂ بقرہ کے دو مقامات پر آئی ہے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اہم تر مضامین قرآن پاک میں ایک سے زائد مرتبہ آتے ہیں۔ فرمایا گیا "وہ لوگ تھے جو گزر گئے' جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لئے ہے اور جو کچھ تم کماؤ گے وہ تمہارے لئے ہے۔" ہم بحیثیت مسلمان "پدرم سلطان بود" کے قائل نظر آتے ہیں۔ اول تو اپنے اسلاف کے کارناموں پر فخر کرنا اور اس سے آگے بڑھ کر یہ کہ ع

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
جو بھی ہیں لیکن تیرے محبوبؐ کی امت میں ہیں

اب جس امت کی اکثریت کی سوچ کا یہ حال ہو اس کو تو یہی آیت راہ راست پر لا سکتی ہے کہ جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لئے ہے اور جو تم کماؤ گے وہ تمہارے لئے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لہٰذا تمہارا اسلاف کے کارناموں پر فخر کرنا اور ان سے اپنے آپ کو منسوب کرنا تمہاری نجات کے لئے کافی نہیں۔ یاد رہے کہ یہاں (کسب) کمائی کے معنی رزق کمانا نہیں کہ یہ تو قرآن کے الفاظ اللہ کا فضل ہے ہماری کمائی نہیں۔ کمائی تو وہ عمل ہے جو ہر فرد نیکی یا بدی کی صورت میں اپنے حیات دنیوی کے دوران انجام دیتا ہے۔ یہاں اس وضاحت کی ضرورت اس لئے آن پڑی کہ وہ لوگ جو مستورات کو خاتون خانہ کی بجائے شمع محفل بنانا چاہتے ہیں انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت کو' جو کمائی تم کرتے ہو وہ تمہارے لئے ہے اور جو کمائی وہ کرتی ہیں وہ ان کے لئے۔" کو خواتین کی ملازمت کے لئے وجہ جواز بنا لیا ہے۔ ہم قرآن کریم کی آیت کو پڑھ کر کوئی تاثر قبول کئے بغیر آگے بڑھ جاتے ہیں کیونکہ یہ عربی زبان میں ہے جسے ہم سمجھتے نہیں۔ ہمارا معاملہ تو "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم" والا ہے۔ ہم تو اس کی تلاوت محض حصول ثواب یا ایصال ثواب کے لئے کرتے ہیں کیونکہ ہمیں عمومی طور پر یہی بتایا گیا ہے۔ اگر ہم مذکورہ آیات پر غور و فکر کریں اور پھر اپنا محاسبہ کرتے ہیں تو بتدریج تقویٰ کے اس درجہ پر پہنچ سکتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نزدیک باعث افتخار بتایا ہے اور تقویٰ ہی کے نتیجے میں ہم قرآن کریم سے رہنمائی کے حقدار بن سکتے ہیں اور قرآن کریم کی رہنمائی ہم میں مزید تقویٰ کا موجب بن سکتی ہے اور تقویٰ میں اضافہ کے نتیجے میں قرآن کریم کی مزید رہنمائی اور اس کے نتیجے میں مزید تقویٰ گویا کہ یہ سائیکل چلتا رہے گا تا آنکہ ہم قرآن کریم کی اصطلاح میں "درجۂ احسان" پر فائز ہو سکتے ہیں جو مقام ولایت ہے۔ اس کے آگے کی کمائی کسی کے بس میں نہیں کیونکہ اس کے بعد مرتبہ نبوت آتا ہے جو اللہ تعالیٰ خود اپنے خاص بندوں کو عطا کیا کرتا تھا اور ختم نبوت کے بعد یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ البتہ ولایت کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے جس کا حصول جیسا کہ عرض کیا گیا قرآن کریم کے فہم اور اس پر عمل ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کرنے' اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ماڈریٹ اسلامی ریاست اور سیکولرازم میں فرق کیا ہے؟

ڈاکٹر فاروق حسن

حال ہی میں راقم کو ہندوستان میں ان کے اعلیٰ ترین درس و تدریس و قانونی حلقوں سے خطاب کرنے کا موقع ملا اور ان تقریبات میں بہت سے نازک و مشکل ایشوز پر وہاں کے دانشور طبقوں سے تبادلہ خیال کرنے کا موقع میسر آیا۔ اس بارے میں گزارشات قارئین کی خدمت میں پہنچاتا رہا ہوں۔ لیکن آج جس اہم موضوع کا تجزیہ کرنا درکار ہے اس کا تعلق وطن عزیز کی نظریاتی بنیادوں سے ہے جس سوال کو معنی خیز انداز میں اٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان کا قیام و ہندوستان سے علیحدگی کی بنیاد اسرائیلی ریاست کی طرح مذہب پر تھی جبکہ پاکستان کی بنیاد اسلام تھا۔ 1933ء سے لے کر 1940ء تک قائداعظم نے جو سیاسی فلسفہ ہندوستان کے مسلمانوں کو دیا اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ آزادی کے بعد برٹش انڈیا کے کئی کروڑ مسلمانوں کے لئے علیحدہ ریاست کی تشکیل مذہبی رسم و رواج و کلچر کو محفوظ کرنا تھا۔ یہی فلسفہ قرارداد پاکستان میں سمویا گیا اور قرارداد مقاصد جو ابتدائی آئین اسمبلی نے 1948ء میں پاس کی تھی اس میں بھی یہ درج تھا کہ: ”جہاں پر مسلمان اپنی زندگی انفرادی و اجتماعی طور پر اسلام کے مطابق آزادی سے گزار سکیں گے اور جہاں پر قرآن و سنت کے اصول رائج ہوں گے“ اس کے بعد اگرچہ کسی بھی فوجی یا سویلین حکمران نے اس بنیادی ریاستی اصول کی پابندی سے منکر ہونے کی جسارت نہ کی پھر بھی جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں جب 1985ء میں 1973ء کے آئین کو دوبارہ مارشل لاء کی بجائے نافذ کیا گیا تو آئین میں دفعہ 2A شامل کی گئی جس میں کہا گیا کہ قرارداد مقاصد وطن عزیز میں آئین کا حصہ تصور ہوگی۔ اس کے علاوہ خود 1973ء کے آئین میں شروع ہی سے آرٹیکل 2 میں یہ واضح طور پر اصرار کیا گیا کہ ”اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا“ اس تاریخی و آئینی پس منظر میں جب پچھلے تین سال سے جنرل مشرف یہ فرما رہے ہیں کہ پاکستان کو ایک ”ماڈریٹ“ اسلامی ریاست ہونا چاہئے تو ان الفاظ کا آئینی تصور و سیکولرزم کا نظریہ جو بھارت کی سلطنت کا نمایاں اصول رہا ہے کیا فرق رہ جاتا ہے؟ صرف یہ کہ اگر ”ماڈریٹ“ بھی ہے تو وہ پھر بھی ”اسلامی“ تو ہوگا۔ ایک تاریخی اعتبار سے بے معنی اصرار کے مترادف ہوگا۔ مزید یہ کہ اگر ”ماڈریٹ“ سے مطلب کیا ہے جنرل مشرف کے مطابق اسلامی نقطہ نظر انتہا پسندی نہیں ہے تو یہ بات درست دکھائی دیتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اسلام کو انتہا پسند کون کہہ رہا ہے؟ ایسی تہمت تو اسلام کی مخالف طاقتیں ہی اٹھا رہی ہیں۔ ایسے سوال کا جواب دنیا صرف سطحی سطح پر مغربی طاقتوں کو خوش کرنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ایسے سوال و جواب سے ہماری نظریاتی بنیادیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں اور یہ سوال بھی اٹھایا جا رہا ہے کہ اگر اسلامی طرز زندگی سے مراد صرف یہ ہے کہ عام عوام اپنی پرائیویٹ زندگی میں انفرادی و اجتماعی طور پر مسلمانوں کی طرح رہنے کا حق رکھتے ہیں تو اتنی گنجائش تو ایک مستند سیکولر ریاست جیسا کہ ہندوستان ہے اس میں بھی موجود ہے یعنی اگر ایک معاشرے میں جہاں پر مختلف مذاہب آباد ہوں اور ان میں سے ہر ایک کو نجی طور پر اپنی مذہبی رسومات و کلچر کو رکھنے و نمائش کرنے کی اجازت ہو تو پھر ایسے معاشرے کو ایک مذہبی ریاست نہیں بلکہ سیکولر ریاست کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور ان سوالات کا منطقی و حتمی استفسار یہ ہے کہ اگر اس طرح کا ہی معاشرہ قائم کرنا تھا تو پھر پاکستان کو الگ ریاست بنانے کا جواز کیا رہ جاتا ہے؟

یہ اتنا خطرناک منطقی سوال ہے جس کا جواب تو موجودہ حکومت ہی دے سکتی ہے کیونکہ وہ ہی اس پرچار میں پیش پیش ہے کہ پاکستان بطور ایک ریاست اس طرح سے کام کرے کہ وہ مغربی دنیا کو ایک سیکولر ریاست کی مانند دکھائی دے۔

اسلام میں مکمل پیغام صرف یہ ہے کہ تمام کائنات کو ایک پاک ہستی خداوند کریم نے بنایا ہے اور اس ذات اقدس کا پیغام پیغمبروں کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچایا گیا اور یہ پیغام سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اختتام پذیر ہوا جو کہ مسلمانوں کے لئے آخری پیغمبر ہیں اس سیدھے سادے مذہبی عقیدے میں نہ تو کسی ”انتہاپسندی“ کی گنجائش ہے اور نہ ہی اس پیغام کو ”ماڈریٹ“ کیا جا سکتا ہے۔ اس حقیقت کو بدقسمتی سے امریکہ کے رعب و دبدبے کے باعث ماسوائے ملیشیا کے سابق وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد کے کسی اسلامی ملک کے سربراہ حکومت نے پیش نہیں کیا اور سیاسی قربت و اشیر باد حاصل کرنے کے لئے مغربی طاقتوں و امریکہ کو ایسی مذہبی اصطلاحوں سے باادب اپنی کیفیت اس طرح سے بیان کی جا رہی ہے کہ وہ کم از کم وقتاً فوقتاً خوش و مطمئن رہیں۔

یہ مختصر گزارش اس لئے ضروری سمجھی ہے کہ اگر ایک غیر جانبدار طریقے سے اس مسئلے کی پیچیدگیوں سے قارئین کو بے خبر رکھا گیا تو سیاسی اعتبار سے ایسے سوالات ضرور اٹھیں گے جن کا کہ میں نے ابھی حوالہ دیا ہے اور پھر خود پاکستان کی بقاء و وجود کا جواز بھی بحث کی زد میں ہوگا۔ یہ ٹھیک ہے کہ عسکری لحاظ سے پاکستان کو فی الفور کسی طرح و جانب سے جارحیت کا خطرہ نہ ہے لیکن ہمیں تاریخی اعتبار سے یاد رکھنا چاہئے کہ ملکوں کی بقا درحقیقت فوجی طاقت پر نہیں بلکہ نظریاتی و فلسفی و تاریخی امور کی مرہون منت ہوتی ہے۔ ہم کو لہٰذا 9/11 کے فوبیہ سے آزاد ہو کر اس مسئلے کو اسی تاریخی انہماک و مذہبی جذبے سے دیکھنا چاہئے جس کی بدولت یہ ملک 1947ء میں باوجود انتہائی مخالفت کے خداوند کریم کی رحمت سے وجود میں آیا تھا لہٰذا کیونکہ عملاً ”ماڈریٹ“ اسلام کی ریاست و سیکولر طرز فکر کی تفریق بہت کم ہے یہ بہتر ہوگا کہ ہم اپنے وجود کے نظریئے کو سیاسی بین الاقوامی معاملہ فہمی کی نذر ہونے سے بچائیں۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

فقیہہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اقوال

(ماخوذ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

- آدمی کو اتنا علم کافی ہے جس کی وجہ سے خدا سے ڈرے اور یہ انتہائی جہالت ہے کہ اپنے عمل سے خوش ہو۔
- جو آخرت طلب کرتا ہے دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو دنیا کو طلب کرتا ہے آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے تم بھی باقی کے واسطے فانی کو نقصان پہنچاؤ۔
- تم میں سے جس سے ہو سکے اپنا خزانہ آسمان پر رکھے۔ جہاں نہ کیڑے کھا سکتے ہیں اور نہ چور چرا سکتے ہیں کیونکہ آدمی کا دل اپنے خزانہ کے ساتھ رہتا ہے۔

کتاب ہدایت کی تعلیم و تفہیم کے دو درجے

عبدالباسط فاروقی'
لیکچرر گورنمنٹ کالج میرپور آزاد کشمیر

ہمارے معاشرے میں عام طور پر دینی علوم اور خاص طور پر قرآن مجید کو پڑھنا' سمجھنا اور اس سے ہدایت حاصل کرنا مشکل سمجھا جاتا ہے' جس کی وجہ سے معاشرے کی اکثریت صرف آئمہ مساجد اور خطباء کی بتائی ہوئی معلومات پر انحصار کرتی ہے اور آئمہ مساجد و خطباء چونکہ ہمارے معاشرے میں معاشی عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں اس لئے وہ مکمل نظام حیات کی حقیقی تصویر عوام کے سامنے پیش نہیں کر سکتے اور اس لئے آج اقوام عالم میں مسلمان ذلت و پستی کا نشان ہیں۔

نبی مکرم ﷺ نے قرآن مجید ہی کو مسلمانوں کے عروج وزوال کا سبب قرار دیا ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَاماً وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ)) (مسلم عن عمر ابن الخطاب)

''اللہ تعالیٰ اس کتاب عزیز کی وجہ سے کچھ قوموں کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور دوسروں کو ذلت ورسوائی۔''

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس صورت حال کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اب اس سوال کے لئے کہ کیا قرآن مجید ایک مشکل کتاب ہے' ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سورۃ القمر کی ایک آیت اس طرح ہماری راہنمائی کرتی ہے جسے چار مرتبہ پیش کیا گیا ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے' پس کیا کوئی سمجھنے والا ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ سے ہر انسان پر حجت قائم کر دی ہے کہ خواہ وہ کتنی ہی اور کیسی ہی معمولی استعداد کا حامل کیوں نہ ہو' فلسفہ ومنطق اور علوم وفنون سے کتنا ہی نابلد ہو' وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کی طبع سلیم اور فطرت صحیح ہو۔ ہدایت کے لئے عربی زبان کا بنیادی علم بہر حال ناگزیر ہے اس حد تک کہ انسان قرآن مجید کا رواں ترجمہ از خود سمجھ سکے اور تلاوت کرتے وقت بغیر متن سے نظر ہٹائے اس کے سرسری مفہوم سے آگاہ ہوتا چلا جائے۔ ہر پڑھے لکھے شخص کے لئے ابتدائی عربی جاننا فرض عین کا درجہ رکھتا ہے۔

یعنی اس کے مطالب ومعانی سمجھنا اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور اسے زبانی یاد کرنا اللہ نے آسان کر دیا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم اعجاز و بلاغت کے اعتبار سے نہایت اونچے درجے کی کتاب ہے تاہم کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو اسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ اس طرح یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو لفظ بہ لفظ یاد کر لی جاتی ہے ورنہ چھوٹی سے چھوٹی کتاب کو بھی اس طرح یاد کر لینا اور یاد رکھنا نہایت مشکل ہے اور انسان اگر اپنے قلب وذہن کے دریچے وا رکھ کر اسے عبرت کی آنکھوں سے پڑھے' نصیحت کے کانوں سے سنے اور سمجھنے والے دل سے اس پر غور کرے تو دنیا و آخرت کی سعادت کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں۔

مفسرین نے قرآن مجید کی تفہیم کے دو درجے بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے ہدایت حاصل کرنا جو کہ عام ہے اور ہر انسان کے لئے اس کا حصول ممکن ہے۔ اور دوسرا درجہ تدبر اور احکام کے استنباط کا ہے جو قدرے مشکل ہے اور اس سمندر میں اترنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس کی گہرائیوں کا اندازہ ممکن ہے اور نہ اس کے کناروں ہی کا سراغ کسی کو مل سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں اس امر کی تصریح ملتی ہے کہ وہ ایک ایک سورت پر تدبر و تفکر میں طویل مدتیں صرف کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے صرف سورۃ البقرہ کے تدبر میں آٹھ سال صرف کئے۔ جن کی اپنی زبان میں اور آنکھوں کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا' اس کے باوجود ایک ایک سورت پر ان کا سالہا سال غور وفکر کرنا یہ بتلاتا ہے کہ قرآن حکیم کے علم وحکمت کی گہرائیوں میں غوطہ زنی آسان کام نہیں' بلکہ اس کے لئے سخت محنت اور شدید ریاضت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بعد کے دور میں ابن جریر طبری' علامہ زمخشری اور امام فخر الدین رازی جیسے سینکڑوں انسانوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں کھپائیں تب بھی کسی ایک ہی پہلو سے قرآن حکیم پر غور وفکر کر سکے اور حقیقت یہ ہے کہ حق پھر بھی ادا نہ ہوا۔ اور گذشتہ چودہ صدیوں میں کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں گزرا جس نے ضخیم سے ضخیم تفسیر لکھنے کے بعد اس بات کا دعویٰ کیا ہو کہ اس نے قرآن مجید پر تدبر کا حق ادا کر دیا اور اس کا فہم کما حقہ حاصل کر لیا۔

کتاب ہدایت کی حیثیت سے ہر انسان قرآن مجید سے اپنی صلاحیتوں کے مطابق استفادہ کر سکتا ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے ''اَلْقُرْآنُ حجۃ لَّکَ اَوْ عَلَيْکَ''

''قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت یا دلیل بنے گا یا تمہارے خلاف۔''

یعنی اگر قرآن مجید سے ہدایت حاصل کی اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کی تو قرآن مجید انسانوں کے حق میں حجت یا دلیل بنے گا اور اخروی کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور اگر قرآن مجید کی طرف توجہ ہی نہ دی اور اپنی صلاحیتوں کو صرف دنیاوی علوم اور دنیا کمانے پر لگائے رکھا تو قرآن مجید کی یہ حجت انسان کے خلاف ہو گی اور یہی مضمون سورۃ الفرقان میں اس طرح آیا ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا﴾

''اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا۔''

ان آیات واحادیث کی روشنی میں:

میں نہیں سمجھتا کہ ایک ایسا مسلمان جس نے کچھ بھی پڑھا لکھا ہو' کجا یہ کہ غیر ملکی زبانیں تک سیکھی ہوں' بی اے' ایم اے پاس کیا ہو' ڈاکٹری اور انجینئرنگ جیسے مشکل علوم وفنون سیکھے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت مین اتنی سی عربی بھی نہ جان سکنے پر کوئی عذر پیش کر سکے گا جس سے وہ اس کے کلام پاک کا فہم حاصل کر سکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے امت کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ))

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں بھی ہمیں غور وفکر کرنا چاہئے اور اپنے چوبیس گھنٹے کے اوقات میں سے کچھ نہ کچھ وقت قرآن مجید کی تعلیم وتفہیم پر ضرور صرف کرنا چاہئے تاکہ قرآن مجید کے ساتھ صحیح تعلق قائم رہے اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہو۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

پریس ریلیز

5 نومبر 2004ء

رمضان اللہ کی رحمت ومغفرت کا مہینہ ہے، قرآن حکیم اسی مہینہ میں نازل ہوا جو انسانوں پر اللہ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ قرآن نے اُخروی نجات اور جہنم سے بچنے کی کوشش کو انسان کا ہدف قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی سوچ اور عمل کو قرآن سے وابستہ کرنا چاہئے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں سورۂ حجر کے چھٹے رکوع کے حوالے سے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ہماری ہر پکار کو سنتا ہے اور یہ اللہ کی رحمت ہی ہے کہ جب تک زندگی کا سلسلہ چل رہا ہو، ہر انسان کے لئے توبہ کی کھڑکی کھلی رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہئے۔ لیکن بخشش ومغفرت کے لئے اللہ کا ہم سے صرف ایک مطالبہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ افسوس آج ہمارا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سود اور جھوٹ کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں۔ ستر وحجاب کے احکامات پر عمل ممکن نہیں۔ یہ روش قرآن کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس ماہ رمضان کے دوران اسی بحث میں الجھے رہے کہ بش منتخب ہوگا یا کیری، اور کون مسلمانوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ حالانکہ ہمارا سہارا صرف ایک اللہ ہے۔ اگر ہم اللہ کی رحمت کے مستحق بننا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ طے کرنا ہوگا کہ آج سے ہمارا قبلہ واشنگٹن نہیں ہے، اب اللہ کا فیصلہ ہمارے نزدیک آخری فیصلہ ہوگا اور ہم سودی معیشت اور مخلوط معاشرت کو ختم کردیں گے۔ اگر ہم نے یہ کرلیا تو یقیناً اللہ کی رحمت آج بھی ہمیں اپنی آغوش میں لینے کو تیار ہے۔

(شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

شائقین علوم قرآن کے لئے خوشخبری

انجمن خدام القرآن، جھنگ کے زیر اہتمام

پانچواں پچیس روزہ (کل وقتی) کورس

یکم دسمبر تا 25 دسمبر 2004ء سے شروع ہو رہا ہے

تفصیلات:

☆ کم از کم ایف اے/ ایف ایس سی حضرات شامل ہو سکتے ہیں۔ ☆ کورس مکمل طور پر رہائشی اور کل وقتی ہوگا۔ ☆ اخراجات قیام وطعام انجمن کے ذمہ ہوں گے ☆ کورس کے اختتام پر سند جاری کی جائیگی۔ ☆ نصاب میں قرآن مجید کے تین پارے، احادیث کا منتخب حصہ، تاریخ اسلام، عربی گرائمر اور منتخب کلام اقبال پڑھایا جائے گا

☆ شرکت کرنے والے حضرات 28 نومبر تک ذاتی یا تحریری رابطہ فرمائیں۔

﴿شرکت کی دعوت عام ہے﴾

الداعی: انجینئر مختار فاروقی، صدر انجمن خدام القرآن، جھنگ

قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر فون: 0471-628261-628361

منتخب تحریکی نظم

حفیظ جالندھری

ناخداؤ خوش رہو!

قافلے برباد ہو کر رہ گئے تو کیا ہوا!؟
مطمئن ہیں قافلہ سالار اپنے کام سے
عہدہ ومنصب کی بازی جیت کر گھوڑ دوڑ میں
تھان پر ہیں درشنی گھوڑے بڑے آرام سے
رہنماؤں کو سجا کر منزلِ مقصود پر
ٹھوکریں کھاتا ہے تاریکی میں امت کا جلوس
جن بہشتی مقبروں پر ہو گئے روشن چراغ
ملتِ بیضاء یہی تھے چند گنتی کے نفوس!
چند تقریروں، بیانوں اور تصویروں کے ساتھ
عیش وعشرت ہے بپا ہر قصر ایوان میں
رتبۂ عالی پہ رقصاں کیوں نہ ہوں وہ مومنین
انتم الاعلون کی آیت ہے جس کی شان میں
کیوں گروہِ عام کی ذلت کا غم کھائیں خواص؟
جن کو اس ذلت میں عزت کے ذخیرے مل گئے
کشتیاں گرداب میں چھوڑو خدا حافظ کہو!
ناخداؤں خوش رہو، تم کو جزیرے مل گئے!
قافلے برباد ہو کر رہ گئے تو کیا ہوا!

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

اطلاع

عیدالفطر کی تعطیلات کے باعث پریس اور دفاتر بند رہیں گے۔ لہٰذا **"ندائے خلافت"** کا آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

(ادارہ)

تاثرات شرکاءدورہ ترجمۃ القرآن' ہارون آباد

حلقہ بہاولنگر کے ہارون آباد مرکز حشمت کالونی میں دورہ ترجمۃ القرآن چودھری رحمت اللہ بٹر صاحب پنجابی زبان میں کر رہے ہیں۔ قریب کے حضرات کے علاوہ دور دراز سے لوگ اس پروگرام میں بڑے شوق و ذوق سے شرکت کر رہے ہیں۔ جن میں چند شرکاء کے تاثرات پیش خدمت ہیں۔

❁ جناب پرویز اقبال صاحب' تعلیم ڈی کام ہے۔ آج کل فوم اینڈ کارپٹ کی دکان چلا رہے ہیں۔ ''میری عمر 34 سال ہوگئی مگر ہم تو قرآن کو کتاب ثواب ہی سمجھ رہے تھے مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ کتاب زندوں کو ہدایت دینے آئی ہے۔ اپنی زندگی کا اصل مقصد معلوم ہوا ہے' نہایت اچھا پروگرام ہے۔ دوستوں کو دعوت بھی دیتا ہوں۔''

❁ محمد عمران یٰسین صاحب' تعلیم بی ایس سی ''پچھلے سال جزوی شرکت کر چکا ہوں۔ قرآن سمجھے بغیر پڑھنے کا میرے خیال میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہاں پر مختلف نوعیت کا پروگرام ہے کسی اور جگہ اس طرح قرآن کو سمجھنے سمجھانے کا اہتمام نہیں ہے۔ بہت مزہ آیا۔ یہی بات مجھے یہاں کھینچ کر لائی۔ قرآن کو قرآن کی زبان میں سیکھنے کے لئے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کرنے کا عزم ہے۔''

❁ ریاض احمد صاحب' تعلیم گریجوایشن۔ بزنس کرتے ہیں۔ ''میں ایک سال سے اس پروگرام کا انتظار کر رہا تھا مکمل سن کر جاتا ہوں۔ تھکن کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ رمضان میرا پر کیف اور روحانی خوشی کے ساتھ گزر رہا ہے کہ واقعی قرآن روح کی غذا ہے۔ شریعت کا پتہ چلا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ انتظامات بھی اچھے ہیں وقفے کے دوران دی جانے والی چائے سے انسان فریش ہو جاتا ہے۔''

❁ اظہر صاحب' ایم ایس سی ایگری کلچر ہیں۔ کمپنی میں جاب ہے۔ ''میرا گھر قریب ہی شفٹ ہو گیا ہے اس لحاظ سے میں خوش قسمت ہوں۔ قرآن سمجھ کر پڑھنے ہی سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوا۔''

❁ انور بدر صاحب فورٹ عباس سے تعلق ہے۔ ایف اے تعلیم ہے۔ مروٹ ایریا کے زمیندار ہیں۔ ''امیر حلقہ بہاولنگر منیر احمد نے خط لکھ کر دورہ ترجمۃ القرآن کے بارے میں مطلع کیا تھا۔ پہلی مرتبہ شرکت کی ہے۔ نہایت شاندار پروگرام ہے۔ آئندہ سال ان شاء اللہ پورا مہینہ ہی پروگرام سننے کا ارادہ ہے۔ بٹر صاحب کے ایمانیات پر لیکچر نے دل کے اندر سکون پیدا کر دیا ہے۔ ہم اپنی حقیقت سے آگاہ ہوئے ہیں۔''

❁ خالد جاوید صاحب' ایف اے تعلیم ہے۔ پیسٹا سائیٹ کی دکان ہے۔ شروع شروع میں آٹھ تراویح پڑھ کر چلا جاتا' مگر اب تو یہ حالت یہ ہے کہ یہاں سے جانے کو جی نہیں کرتا۔ دل کرتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسی کام میں اپنے آپ کو کھپا دوں۔ تا حال اس جیسا کوئی پروگرام سنا نہ دیکھا۔ مفہوم سمجھ میں آتا ہے تو قلب پر خشیت طاری ہوتی ہے اور لوگوں کو بھی دعوت دیتا ہوں۔''

❁ ماسٹر محمد منظور احمد' الحمد للہ شاندار انتظام کے ساتھ' بٹر صاحب کا انداز یہاں بھی بڑا متاثر کن ہے۔ ویسے تو میں ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ قرآن روزانہ پڑھتا ہوں مگر یہاں آ کر مجھے صحیح سمجھ آئی۔ اس کام کو مزید وسعت دینی چاہئے' شہر کے دوسرے مقامات پر بھی دورہ ترجمۃ القرآن ہو۔ میں اس اصل کام کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

❁ عبداللہ 60 سالہ بزرگ ہیں۔ ان پڑھ ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور ہیں۔ ریگولر سن رہے ہیں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ''دین کی سمجھ ہی قرآن کو سمجھ کر آتی ہے۔ ہمیں دین بتانے والوں نے یہ حقیقت ہمارے سامنے نہ رکھی مگر اب کیا کروں بوڑھے ہونے پر بات سمجھ میں تو کیا آئی۔ اب بھی جو کچھ ہو سکا کروں گا۔''

(رپورٹ: مقصود احمد' اسرہ مروٹ)

یونیورسٹی کالج آف ایجوکیشن میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

بدھ' 3 نومبر 2004ء کو بانی محترم و صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد نے یونیورسٹی کالج آف ایجوکیشن لاہور میں طلباء و طالبات سے ''اسلام میں عبادت کا تصور اور روزہ میں اس کا خاص مقام'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن میں یہ جو بار بار فرمایا گیا ہے کہ ''لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم بچ سکو۔'' (2:21) اور ''نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو سوائے اس کے کہ میری عبادت کریں۔'' (51:56) اور اسی کی تمام انبیاء نے دعوت دی' تو کیا یہ صرف نماز روزہ کی عبادت ہے جیسا کہ اکثر خیال کیا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے' عبادت کا یہ بہت ہی جاہلانہ اور ناقص تصور ہے اس کے برعکس عبادتِ ربّ' اللہ کی ہمہ وقت' ہمہ تن اور ہمہ جہت بندگی کا نام ہے۔ نماز روزہ' زکوٰۃ' حج ـــــ یہ اس اطاعت کلی میں مدد اور تقویت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ کیونکہ اطاعت کلی کا صرف انفرادی اطاعت سے تقاضا پورا نہیں ہوتا بلکہ اس میں اصل اہمیت اجتماعی اطاعت کو حاصل ہے' خصوصاً آج کے دور میں جبکہ انفرادی زندگی کا دائرہ سکڑ کر انتہائی محدود ہو چکا ہے اور انسانی زندگی کے بیشتر معاملات اجتماعی نظام کی گرفت میں آ گئے ہیں۔ آج کے دور میں اگر آپ کو اللہ کا بندہ بن کر رہنا ہے تو سب سے پہلے مروجہ باطل نظام سے ٹکر لینا ہوگی۔ اس کے لئے میدان میں آئے اور قربانی دیئے بغیر عبادت ممکن نہیں ہوتی۔ چنانچہ ان کٹھن مراحل کو طے کرنے کے لئے اسلام نے نماز' روزہ کی عبادات فرض کی ہیں تا کہ اس جسمانی یا حیوانی وجود سے قدرے توجہ ہٹا کر حقیقی یا روحانی وجود کو تقویت فراہم کی جائے جو محبت خداوندی کا مسکن ہے۔ انسان کی ساری توجہ اس جسمانی وجود پر مرکوز رہتی ہے جس کے تقاضے بالکل جدا ہیں' یہ تو اپنی حفاظت چاہتا ہے' نہ کہ قربانی دینا۔ گویا جسمانی وجود کے تربیت اور تزکیہ کا یہ ایک پروگرام ہے جو ہمیں اسلام نے دیا ہے۔ ان عبادات میں نماز اللہ کی یاد اور زکوٰۃ مال کی محبت کم کرنے کا ذریعہ ہیں تو روزہ انسان کے روحانی وجود کو تازگی اور تقویت فراہم کرنے کا ذریعہ ہے۔ مگر اس مقصد کے حصول کے لئے دن کے روزہ کے ساتھ رات کا قرآن کے ساتھ جاگنا ضروری ہے' گو یہ رات کا جاگنا فرض نہیں ہے مگر دن کا روزہ جہاں نفسانی خواہشات کو روک کر روح کو بیدار کرنے کا ذریعہ ہے تو رات کو قرآن کا پڑھنا روح کو غذا فراہم کرتا ہے۔ بہر حال ڈاکٹر صاحب کا کہنا تھا اگر ان عبادات کا اصل مقصد' یعنی زندگی کے ہر گوشے پر اللہ کے دین کا نفاذ اور اس کے قربانی دینے کا جذبہ کارفرما نہیں ہے تو شاید ہی کچھ حاصل ہو۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینمل سائنسز لاہور میں خطاب

بانی محترم نے یونیورسٹی آف ویٹری اینڈ اینمل سائنسز لاہور میں روزہ کی اہمیت کے موضوع پر طلباء و طالبات سے خطاب کیا انہوں نے کہا کہ فرض عبادات کا اصل مقصد اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد میں تقویت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ سے متعلق آیات کے بعد ساتھ ہی قتال کا حکم ہے۔ لیکن ہم نے اس پر توجہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عبادات کی کثرت ہے مگر ذلت اور رسوائی ہے کہ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اس لئے کہ عبادات کی اصل جو روح ہے' یعنی حصول رضائے الٰہی کے لئے جہاد وہ ناپید ہے۔ روزہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حلال چیزیں بھی منع ہیں تا کہ دیگر ایام میں کم از کم حرام سے تو اجتناب کریں لیکن روزہ کے ساتھ اگر حرام کام بھی ہو رہے ہوں تو دنیاوی فوائد کی حیثیت ضمنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ویسے بھی طبی فوائد میرا موضوع نہیں ہے۔ روزہ کی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے کہا کہ اسے سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ انسان دو متضاد' الگ الگ اجسام کا مجموعہ ہے' ایک مادی یا حیوانی وجود' جو نرا حیوان ہے اور دوسرا باطنی یا روحانی' جو مسجود ملائکہ قرار پایا اور شرف انسانی کا باعث بنا۔ جس طرح مادی وجود مٹی سے بنا ہے اور مٹی سے ہی غذا حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی وجود کا تعلق خاص باری تعالیٰ سے ہے اور وہیں سے اسے غذا اور تقویت میسر آ سکتی ہے جو کلام ربانی' قرآن حکیم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ گویا دن کا روزہ نفسانی خواہشات پر قابو پا کر روحانی وجود کی تقویت کا باعث بن سکتا ہے تو رات تراویح میں قرآن حکیم کے ذریعہ روح کو منور کیا جا سکتا ہے۔ جو شرف انسانی کا منبع و سرچشمہ ہے۔ آخر میں ایک اہم نکتہ بیان ہوا ہے' باری تعالیٰ کا فرمان ہے کہ روح کسی درجہ میں بیدار ہو اور بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (اے نبیؐ) بتا دیجئے کہ میں قریب ہی ہوں جو بھی مانگنا ہے مجھ سے مانگو' یعنی درمیان میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں۔ جس سے مذہبی استحصال کی بنیاد پڑتی ہے' البتہ اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے' یعنی بندے بھی میرا حکم مانیں۔ گویا یہ یک طرفہ معاملہ نہیں ہے بلکہ بندہ اور اللہ کا تعلق دو طرفہ ہے' بندہ کے دل میں اللہ کی طلب پیدا ہو اور اس طرف رخ ہو تو اللہ شفقت فرمائے گا ورنہ لاکھ چڑھاوے چڑھا لو' بزرگوں کی سیوا کر لو' حج اور عمرے کر لو' اگر اللہ کے ساتھ تعلق نہیں تو حالات نہیں بدل سکتے۔

(رپورٹ: سردار اعوان)

Manji kind of writers were totally ignorant of the Islamic teachings, Khalid Abou el Fadl is a prime example of those who knowingly present selective portions of the Qur'an out of context and without any reference to other relevant portions just to please their target audience.

The fact finders, the independent researchers in the US are trying hard to detach the root causes of violence from the US policies, not Islam, and refer to the areas which lead to bloodshed, instability and chaos; the radicals in pseudo-mainstream media and politics are equally determined to keep the issues joined.[7]

9/11 has provided us with an excellent opportunity. It can serve us as a touchstone to find out the real radicals and terrorists and their innocent victims. The more we know about the real culprits behind 9/11, the more we understand where the problem lies. There has been an all-out effort to discredit researchers and their work regarding 9/11's independent investigation as conspiracy theorists and theories respectively. However, there is too much to answer and prove wrong to exonerate the enemy within then coming out with a report to blame Islamic ideology for the unprecedented crimes in human history.

For the world opinion leaders, the goal of preventing the conflict from turning into a "clash of religions," and of discrediting the neo-cons' presentation of Islam, made it all the more advisable to listen to and support those in the now-becoming mainstream alternative media who represent a liberal strain and who are bent upon exposing the real culprits behind 9/11.

Identifying the elements that should be listened to and supported, choosing appropriate methods, and defining the goals of such support is difficult. It is no easy matter to transform a super power. "Religion building" is easy. All it takes is shower some dollars, offer some positions, promote some opportunists and propagate some myths. Transforming a system where entrenched interests have consolidated themselves in the most effective ways human beings could think of perfecting tyranny is immeasurably more perilous and complex.

The US is neither a homogeneous entity nor a simple system. Many extraneous issues and enemies have been developed and lumped together to divert focus from the tyranny within. Many of the political actors among the so-called allies, such as Tony Blair, deliberately seek to galvanize issues and globalize the problem in a way that they think will further their goals.

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا دورۂ بھارت

بانیٔ تنظیم، صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن

داعیٔ تحریک خلافت

ڈاکٹر اسرار احمد اپنے دورۂ بھارت کے دوران ان شاءاللہ

درج ذیل شہروں میں تشریف لے جائیں گے

ان شہروں میں پروگراموں کی تفصیل بعد میں شائع کی جائے گی

30 نومبر تا یکم دسمبر 2004ء	علی گڑھ
2 دسمبر 2004ء	دہلی
3 دسمبر تا 12 دسمبر 2004ء	ممبئی
13 دسمبر 2004ء	پونا
14 دسمبر تا 19 دسمبر 2004ء	حیدرآباد
21,20 دسمبر 2004ء	بنگلور
22 دسمبر 2004ء	ان شاءاللہ لاہور واپسی ہوگی

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 43

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

The war within America II

The Range of thought in Contemporary America

The notion that the outside world should try to encourage a moderate, democratic interpretation and presentation of Islam is not as important as the issue of making the US government abide by international law and decision of the world body. Making the US government accountable to its people and the world has gained great urgency after September 11, 2001.

There is broad agreement that this is a constructive approach. The US is the only super power with enormous military, political and societal influence. Its foreign policies directly affects lives of millions of people around the world, some aspects of which are dangerous to global stability. Instead of focusing on the narrow interests of the corporate elites and neo-con ideologues; it seems sensible to foster the strains within it that call for a more pragmatic, democratic, peaceful, and justice based approach.

The question is how best to do this. This report identifies a direction. We begin by setting the scene for the main methodological and ideological fissures in the discussion over the US governing mechanism, its approach towards foreign affairs and the American society. The second chapter analyzes the pros and cons of supporting different elements within the United States. The final chapter proposes a strategy.

Immediately following September 11, 2001, political leaders and policymakers in the East and West began to issue sympathetic statements affirming their conviction that the United States is the victim of terrorism and they stand united against terrorism. Expressions of sympathies with the United States were fully backed up by calls that Islam was not to blame for what had happened. This served a purpose: Blame Muslims and present the US as a victim.

Statements that Islam was a positive force in the world, a religion of peace and tolerance; speaking in mosques, holding widely publicized meetings with Muslim clerics; inviting mullahs to open public events and inserting Qur'anic suras into their own speeches did little to exonerate Muslims. All this further confirmed that Muslims are perpetrators of the crime and the US is the victim.

This approach was noticed by many. Some Western commentators expressed with astonishment that it seems the political leadership "collectively appears to have acquired an instant postgraduate degree in Islamic studies, enabling them to lecture the population concerning the true nature of Islam." [5] However, until recently, at least until the 9/11 release of the Commission's Report, which calls for a war on Islamic ideology, only a few could understand the objective behind this show of presenting Islam as a peaceful religion. Such a separation of soul from the body, taking ideology out of Islam, is still hardly understandable to many.

Understanding this point alone can help resolve the unresolved mystery of the US government's complicity in or full planning for the 9/11 attacks. As time goes by, a great number of Western writers are now gradually coming to the conclusion that the subsequent "war on terrorism" is a "no-win war against 1.3 billion Muslims." [6] Muslims are not the direct enemies, their religion is because it presents an alternative that undermines vested interests which have consolidated themselves in the last 70-80 years in the name of most noble values one can imagine.

In reality the tyranny in the US is the worst kind of tyranny that the human beings have ever faced. In previous cases people could not realise it. This time around, those who have come to perfectly understand it and try to tell about it at the top of their voice can hardly make a headway. The "free" pseudo-mainstream media is so encompassing and influential that it reduces all facts to just nothing and helps a majority believe that they are living in the most free state of the world. Outsiders despise American only because they hate freedom and democracy.

The public demonstration of embracing Islam by opinion leaders and politicians after 9/11 had a domestic rationale: Western leaders were attempting to prevent an uncontrolled backlash that might have inspired acts of violence and hostility aimed at their respective Muslim minorities before they could plan how to systematically marginalize them through initiatives such as racial profiling.

In addition, there were at least two foreign policy motivations, one short term and the other longer term. In the short run, the goal was to make it politically possible for Muslim governments to support occupation of other Muslim countries by temporarily detaching the issue of terrorism from the issue of Islam. In the longer run, the Western leaders were attempting to create a schism, a division, that would facilitate the better dilution of Islam into "good," open to alien values Islam and "bad" Islam, which limits itself to the limits set by the Qur'an and Sunnah.

The notable example is Pakistan which was used as a launching pad for occupying Afghanistan on the one hand and finding Musharraf, singing his mantra of "enlightened moderation" on the other.

In the intellectual community, a majority remained steadfast as ever, trying to make the case that Islam is not compatible with moderation, tolerance, diversity and democracy. Even the most supportive-of – slam studies concluded with the argument that everything is fine with Islam but it needs to be remoulded and re-interpreted.

Abdulaziz Sachedina concludes his argument on the first page of his book The Islamic Roots of Democratic Pluralism: "This work undertakes to map some of the most important political concepts in Islam that advance better human relationships, both within and between nations. It aims at uncovering normative aspects of Muslim religious formulations and specifying their application in diverse cultures to suggest their critical relevance to the pluralistic world order of the 21st century. . . . The goal here is not to glorify the Muslim past but to remember it, retrace its path, interpret it, reconstruct it and make it relevant to the present."

Remember the catch lies in reinterpretation. Salman Rushdie, Tasleema Nasreen and Irshad Manji, all of these want reinterpretation of Islam and they are promoted by the Islam-bashers, such as Daniel Pipes, as the real moderates.

However, even as a few authors were seeking to "highlight" one set of values to be found in the Qur'an and tradition, other authors were successfully publicizing what they took out of context from the Qur'an and Sunnah. If Tasleema Nasreen and Irashad